انگشت بوسی

سے

بائبل بوسی

تک

از:

سیّد طاہر حسین گیاوی

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند (یو۔پی)

نام کتاب	انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک
مولف	حضرت مولانا سید طاہر حسین گیاوی
تعداد اشاعت	ایک ہزار
سن اشاعت	۱۴۰۷ھ
قیمت	

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ حلیمی لبوکھر پوسٹ باراہاٹ ضلع بانکا (بہار)

(۲) دار العلوم حسینیہ ڈنڈیلہ کلاں ضلع پلاموں (بہار)

(۳) مولوی محمد زاہد حلیمی مقام سمریا پوسٹ سمریا بھاگل پور

نبالی آفسیٹ پریس دیوبند فون 23565 .

فہرست مضامین

تمہید کتاب

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں حجاز اور اس کے اطراف میں عیسائی اور یہودی مذہب کا چرچا تھا، آپ کی آمد اور اسلام کی اشاعت سے ان قوموں کو شدید نقصان پہونچا، خصوصاً زبان رسالت نے جب یہ حقیقت لوگوں کے سامنے واضح کر دی کہ عیسائیت اور یہودیت نہ اب قابل عمل ہیں اور نہ اصلی صورت میں باقی ہیں۔ اس لئے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے آسمانی کتابوں میں بہت کچھ اپنی طرف سے ملا دیا ہے۔ اس وقت توریت یا انجیل کا جو نسخہ موجود ہے وہ آسمانی نہیں ہے بلکہ ان کے علماء کے ہاتھوں تحریف ہو چکا ہے، عیسائیوں اور یہودیوں کے اس جرم کو چونکہ قرآن اور صاحب قرآن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طشت از بام کر دیا تھا۔ اس لئے دونوں قوموں کی پوزیشن دن بدن مجروح ہوتی جا رہی تھی، اور ان کا مذہبی اقتدار زوال پذیر ہو رہا تھا، اس طرح اسلام کی آمد سے عیسائیوں اور یہودیوں کو مذہبی پہلو سے بہت زبردست دھکہ لگا جس کے نتیجے میں ان کے اندر شدید قسم کے غیظ و غضب کا پیدا ہونا ایک لازمی بات تھی، چنانچہ انہوں نے

اسلام کو اپنے اقتدار سے دبانے کی پوری کوشش کی لیکن خلفائے اسلام کی روز افزوں فتوحات نے یہودیوں اور عیسائیوں کو مسلسل شکست دیکر اس میدان میں بھی ان کے حوصلے پست کر دیئے۔ جب ان قوموں میں قوت سے مقابلے کی طاقت نہ رہی تو انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کیلئے مغلوب قوموں کی طرح سازش اور فریب کے مختلف حربے استعمال کئے، غلط افواہیں پھیلا کر مسلمانوں میں باہمی بدگمانی پیدا کرنا شروع کیا۔ ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کرتے رہے۔ ان حرکتوں سے ان کا مقصد مسلمانوں کے اقتدار کو نقصان پہونچانا تھا، نیز مسلمانوں کے مذہبی وقار کو مجروح کرنے کی غرض سے بہت سے یہودیوں، اور عیسائیوں نے منافقانہ طریقے پر اسلام قبول کرکے اسلامی علوم و فنون میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی، لیکن آہستہ آہستہ حسب موقع اپنی عادت کے مطابق اسلامی نظریات میں تحریف اور ملاوٹ بھی کرتے رہے جس سے ان کی غرض اسلامی عقائد میں بگاڑ پیدا کرنا اور نئے فرقوں کو جنم دینا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی تحریک خلافت راشدہ کے آخری دور اور اس کے مابعد کے زمانہ میں بڑے زور شور سے چلتی رہی، عبداللہ ابن سبا کی سرگرمیوں نے بہت سے اسلامی فرقوں کو جنم دیا، اسی دوران نہ جانے احادیث کے ذخیرے میں کتنی موضوع روایتیں، ملائی گئیں، شیعہ، معتزلہ اور سبائی فرقوں نے عربی زبان میں عقائد اور مسائل کے متعلق حسب موقع مختلف عبارتیں بنائیں اور ان کو حدیث کے نام سے خوب

مشہور کیا، شہرت کی وجہ سے بعض غافل اور نیک دل بھی ان اقوال کو حدیث ہی سمجھ جاتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے محدثین کی جماعت کو پیدا کیا جنہوں نے غلط اور بناوٹی روایتوں کو صحیح روایتوں سے اور موضوع حدیثوں کو صحیح حدیثوں سے الگ کرنے اور ان کے جانچنے پرکھنے کے قواعد مرتب کیے تاکہ ہر روایت کے بارے میں بآسانی یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ وہ روایت حقیقت میں حدیث رسول ہے یا وہ محض بناوٹی قسم کی روایت ہے۔ یہ ظالم حدیث گڑھنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور آپ کی عقیدت ہی کے انداز میں یہ کام کیا کرتے تھے اس لئے ان پر کسی طرح کا شبہ کرنا بھی مشکل تھا، مثال کے طور پر ایک موضوع روایت کو دیکھئے، کیسی عقیدت اور محبت کے ساتھ اس کو وضع کیا گیا ہے۔ کوئی شخص اس روایت کو پڑھ کر یہ خیال بھی نہیں کرسکتا کہ یہ جھوٹ دین کو نقصان پہونچانے کیلئے گڑھا گیا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا؟

> " یہ صحیح ہے کہ شب معراج مبارک جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش بریں پر پہونچے، نعلین پاک اتارنا چاہیں کہ حضرت موسیٰ ؑ کو وادی ایمن میں نعلین شریف اتارنے کا حکم ہوا تھا، فوراً غیب سے ندا آئی اے حبیب، تمہارے مع نعلین شریف رونق افروز ہونے کی عرش کی زینت اور عزت زیادہ ہوگی۔" (الملفوظ حصہ دوم ص ١٩٦)

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے دریافت کرنیوالے کو جواب ارشاد فرمایا:۔

"یہ روایت محض باطل و موضوع ہے۔"

(الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۱۹۶)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جسمانی معراج کا ہونا اور عرش پر جانا وغیرہ سب صحیح ہے لیکن نعلین والی بات بالکل غلط اور من گڑھت ہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات میں جعلی روایتیں ملانے کی کوشش کی گئی ہے، اسی طرح بعض بزرگان دین کی طرف بھی غلط سلط اعمال و اقوال منسوب کئے گئے ہیں، مثلاً:۔ بعض صوفیائے کرام کی طرف قرآن شریف کی معکوس آیتوں کا وظیفہ پڑھنا منسوب کیا گیا۔ تاکہ مسلمان محض بزرگوں کی عقیدت میں قرآن کی آیات کو الٹا پڑھتا رہے اور اسے یہ احساس بھی نہ ہو کہ یہ تحریف قرآن جیسا بدترین گناہ ہے، اسی الٹی آیتوں کے وظیفے سے متعلق مولوی احمد رضا خاں صاحب سے کسی شخص نے دریافت کیا:۔

"حضور پھر صوفیائے کرام کے وظائف میں یہ اعمال کیونکر داخل ہوئے؟"

(الملفوظ حصہ سوئم صفحہ ۲۳۹)

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جواب دیا:۔

"احادیث جن کے منقول عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان میں

کس قدر موضوعات ہیں۔" (الملفوظ حصہ سوئم صفحہ ۲۴۰)

مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب ظالموں نے بے شمار جعلی روایتوں کے منسوب کرنے میں دریغ نہ کیا تو اگر صوفیائے کرام اور اولیاء عظام کے متعلق غلط قسم کی باتیں نقل کی گئی ہیں تو اس پر تعجب کیوں ہے۔

انہیں باتوں کی وجہ سے ماہرین حدیث نے ایسے اصول اور قواعد بنا دیئے ہیں کہ ان کے ذریعہ ہر روایت کے متعلق یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے یا مصنوعی روایت ہے، ان قاعدوں میں سے صرف ایک قاعدہ کو اس جگہ مثال کے ذریعہ سمجھ لیا جائے۔

محدثین کرام فرماتے ہیں جب کوئی روایت نقل کی جائے تو اس کی سند پر خوب غور کر لو۔

مسلم شریف جلد اول صفحہ ۱۶۷ پر یہ حدیث ہے:۔

"حدثنا اسحاق بن منصور قال انا ابو جعفر محمد بن جهضم الثقفي قال نا اسماعيل بن جعفر عن عمارة بن غزية عن خبيب بن عبد الرحمن بن اساف عن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن ابيه عن جده عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قال المؤذن الله اكبر الله اكبر فقال احدكم الله اكبر الله اكبر ثم قال اشهد ان لا اله الا الله قال اشهد ان لا

الہ الا اللہ ثم قال اشھد ان محمد رسول اللہ قال اشھد ان

محمد رسول اللہ ثم قال حی علی الصلوٰۃ قال لاحول ولاقوۃ

الا باللہ ثم قال حی علی الفلاح قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ

ثم قال اللہ اکبر اللہ اکبر قال اللہ اکبر اللہ اکبر ثم قال

لا الٰہ الا اللہ قال لا الٰہ الا اللہ من قلبہ دخل الجنۃ۔ "

" امام مسلم کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کیا اسحٰق بن منصور نے اور اسحٰق بن منصور نے کہا کہ ہم کو خبر دیا ابوجعفر محمد بن جہضم ثقفی نے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کیا اسماعیل بن جعفر نے وہ روایت کرتے ہیں عمارہ بن غزیہ سے اور وہ خبیب بن اساف سے اور وہ حفص بن عاصم بن عمر سے اور حفص اپنے والد عاصم سے اور عاصم نے حفص کے دادا عمر بن خطاب سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تم میں سے ہر شخص (موذن کی آواز سننے والا) کہے اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر جب موذن کہے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو جواب دینے والا بھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہے، جب موذن کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ تو جواب دینے والا کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ جب موذن کہے حی علی الصلوٰۃ تو جواب دینے والا کہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ، پھر جب موذن حی علی الفلاح کہے تو جواب دینے والا لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے، اس کے بعد جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو جواب دینے والا اللہ اکبر اللہ اکبر کہے۔ اور اس کے بعد جب موذن لا الٰہ الا اللہ کہے تو جواب دینے والا بھی سچے دل سے لا الٰہ الا اللہ کہے جنت میں داخل ہوگا۔"

اس روایت کا دو حصہ ہے، ایک حصہ راویوں کا یعنی حدیث نقل کرنیوالوں کے نام کا سلسلہ جس کو سند حدیث کہا جاتا ہے۔ دوسرا حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس کو متنِ حدیث کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا، اس لئے کہ امام مسلم رح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ امام مسلم رح کی پیدائش علیٰ اختلاف الاقوال سنہ ۲۰۲ھ یا سنہ ۲۰۴ھ یا سنہ ۲۰۶ھ میں ہوئی ہے۔ البتہ جن لوگوں کے واسطے سے یہ بات امام مسلم رح تک پہونچی ان سب کا نام امام مسلم نے بتا دیا۔ اب ان راویوں کی اصول حدیث کے مطابق جانچ کی جائیگی، امام مسلم سے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک کل نو راوی ہیں، چونکہ یہ سب اصول حدیث کے مطابق بے عیب ہیں۔ اس لیے اس روایت کا حدیث رسول ہونا صحیح تسلیم کیا گیا۔ حدیث کی مشہور کتابیں بخاری شریف، مسلم شریف، نسائی شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف، مؤطا امام محمد، اور امام مؤطا امام مالک وغیرہ جتنی کتابیں ہیں، ان میں ہر حدیث سند کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ لہذا کسی روایت کے متعلق یہ فیصلہ بآسانی ہوسکتا ہے کہ وہ کس درجہ کی ہے۔

اصول حدیث کے مطابق محدثین نے فرمایا ہے کہ کسی حدیث کا ایک راوی بھی مندرجہ ذیل عیب میں گرفتار نہ ہونا چاہئے۔ اگر ایک راوی بھی مندرجہ ذیل عیوب میں سے کسی ایک عیب میں مبتلا ہوگا تو اس کی روایت سے کسی معاملہ میں

استدلال کرنا درست نہ ہوگا ۔

(۱) وحدیث المبتدع مردود عند الجمہور۔
(راوی بدعتی نہ ہو) مقدمہ مشکوٰۃ ص۵ ۔ از شیخ عبد الحق ؒ

(۲) ثقہ کا مخالف نہ ہو۔

(۳) بہت غلطی نہ کرتا ہو۔

(۴) مجہول قسم کا نہ ہو۔

(۵) جھوٹا اور واضع حدیث نہ ہو۔

چنانچہ محدثین نے بعض کتابیں محض اس غرض سے لکھی ہیں کہ لوگوں کی واقفیت کیلئے ضعیف یا موضوع روایتوں کو جمع کر دیا جائے تاکہ غلط راویوں کے ذریعہ جو روایتیں مشہور ہو چکی ہیں ان کی نشاندہی ہو جائے اور قول رسول کی عظمت برقرار رہ سکے، اس لئے کہ جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار کرنا محرومی اور تباہی کا باعث ہے، اسی طرح کسی دوسرے کی بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بتانا بھی عظیم ترین گناہ اور کفر کا سبب ہے۔ چنانچہ "المقاصد الحسنہ" میں اسی بات کو بیان فرماتے ہوئے علامہ سخاوی ؒ المتوفی سنہ ۹۰۲ھ تحریر فرماتے ہیں:۔

"لان الکذب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس کالکذب علی

غیرہ من الخلق والامم حتی اتفق اہل البصیرۃ والبصائر انہ من اکبر الکبائر وصرح غیر واحد من علماء الدین وائمتہ بعدم قبول توبتہ بل بالغ الشیخ ابو محمد الجوینی فکفرہ وحذر فتنہ و ضررہ"۔
(المقاصد الحسنہ ص۴ مصری مطبوعہ سنہ ۱۹۵۶ء)

اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کر دینا ایسا نہیں ہے جیسا کہ مخلوق میں سے کسی دوسرے انسان کی طرف منسوب کر دینا کیونکہ ارباب علم وبصیرت نے اتفاق کیا ہے کہ یہ کام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور متعدد علماء دین اور ائمہ نے ایسے شخص کی توبہ قبول نہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے بلکہ شیخ ابو محمد جوینی نے تو ایسے آدمی کو کافر کہا ہے اور اس کے فتنے اور نقصانات سے ڈرایا ہے"۔

علامہ سخاوی ؒ کی تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ جھوٹی حدیثیں بیان کرتے ہیں، نہ صرف یہ کہ وہ بہت بڑا گناہ کرتے ہیں بلکہ ان کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی اور ان کے ایمان کے دائرہ سے نکل جانے یعنی کافر ہو جانے کی بھی بعض علماء نے صراحت فرما دی ہے۔

علم حدیث سے متعلق یہ بنیادی باتیں ناظرین کے سامنے آجانے کے بعد آئندہ صفحات میں اس بات سے متعلق تفصیلی بحث پیش کی جارہی ہے کہ اذان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر کیا کرنا چاہیے اور اذان کا جواب کس طرح دینا چاہیے۔ اذان سن کر اس کا جواب کس طریقہ سے دیا جائے، اس

سلسلہ میں جو سنت سے ثابت اور صحیح طریقہ تھا وہ مسلم شریف کے حوالے سے ایک مستند حدیث کے ذریعہ آپ کے سامنے آچکا ہے، اذان کے بعد دعا پڑھنا بھی مسنون ہے، دعا چونکہ مشہور اور معلوم ہے اس لئے لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی، البتہ اذان کے جواب میں بعض لوگوں نے بے سند طریقہ پر مخصوص مقاصد کے تحت کچھ باتیں پیدا کرلی ہیں اور یہ لوگ اپنی بات درست ثابت کرنے کے لئے جس غلط استدلال اور مغالطہ آمیز تحریروں سے کام لیتے ہیں ان کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ زیر نظر کتاب میں پہلے مثبت اور منفی دونوں خیال کو دلائل کی تشریح اور تنقید کے ساتھ پیش کیا جائے گا، اس کے بعد اخیر کتاب میں فریق مخالف کی رازدارانہ سازش اور ان کے پراسرار دعویٰ سنت کی نقاب کشائی کی جائے گی جس سے ناظرین کو مخالف جماعت کے علم و دیانت کا اندازہ ہوگا اور ساتھ ہی ان مقاصد کے سمجھنے میں سہولت ہوگی جن کے حصول کے لئے انہوں نے یہ جد و جہد جاری کی ہے۔

مخالفین کی جماعت میں سے ماضی قریب میں مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے غالباً سب سے پہلے رسالہ "تقبیل الابہامین" تحریر فرمایا تھا جس پر مختلف علماء نے بھرپور تنقید کر کے اس کا بے وزن ہونا ظاہر کر دیا تھا، لیکن اس کے بعد بھی رضاخانی جماعت نے اپنے دروغ کو فروغ دینے کیلئے بعض رسالے تحریر کئے، اگرچہ زیر نظر کتاب میں صرف مولوی انتخاب قدیری مرادآبادی صاحب کے

رسالہ "قبائل انتخاب" پر بحث کی جائے گی، لیکن اصولی طور پر نفس مسئلہ اور اس سے متعلق فریق مخالف کے جملہ دلائل کو تبصرہ کے ساتھ ناظرین کی خدمت میں پیش کر دیا جائیگا۔ اخیر میں اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے دو ضروری باتیں آپ ذہن میں محفوظ کرلیں تاکہ کتاب اور مسئلہ کے سمجھنے میں دشواری نہ پیش آئے

(۱) حضرت ملا علی قاری حنفی اپنی مشہور کتاب تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں:۔

"ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين"

صاحب نہایہ یا دوسرے شارحین ہدایہ کے کسی حدیث کو نقل کر دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ (فقہاء ہیں) محدثین نہیں ہیں۔

اس بات کو نقل فرمانے کے بعد حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلیؒ فرماتے ہیں:۔

"وهذا الكلام من القاري افاد فائدة حسنة وهي ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة في انفسها بحسب المسائل الفرعية وان كان مصنفوها ايضا

ملا علی قاری کی تحریر سے ایک بہت مفید بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ فقہ کی کتابیں اگرچہ اپنی جگہ مسائل فقہی میں معتبر ہیں اور اگرچہ ان کے مصنفین بھی قابل اعتماد ہیں اور فقہاء کاملین

من المعتبرین من الفقهاء الکاملین لا یعتمد علی الاحادیث المنقولة فیها اعتمادا کلیا ولا یجزم بورودها وثبوتها قطعا بمجرد وقوعها فیها:

(مقدمہ عمدة الرعایہ ص۱۳)

میں سے ہیں لیکن ان سب کے باوجود جو حدیثیں ان میں نقل کی گئی ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ محض ان کتابوں میں ہونے کی وجہ سے ان کے ثبوت کا یقین کیا جا سکتا ہے۔

ضعیف حدیثیں بھی جن کے نزدیک فضائل اعمال میں معتبر ہیں ان کے یہاں یہ بھی شرط ہے کہ بہت زیادہ ضعیف نہ ہوں، ثقات کے مخالف نہ ہوں، اصول شرع کے خلاف نہ ہوں اور ان سے ثابت شدہ فعل کی سنیت کا اعتقاد نہ ہو وغیرہ وغیرہ، اور بقول مولوی انتخاب قدیری صاحب گڑھی ہوئی احادیث یا بے اعتبار سے نہ تو مسائل نکالے جاتے ہیں اور نہ بیان کئے جاتے ہیں۔ (قبائل انتخاب ص۲۳)

اختتام تمہید کے ساتھ ان احباب و معاونین کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں اپنے تعاون سے نوازا ہے۔ بالخصوص مولانا مشتاق احمد صاحب قاسمی استاد مدرسہ اصلاح المسلمین ضلع دھنباد کا ممنون ہوں کہ انہوں نے قدیری صاحب کے رسالہ "قبائل انتخاب" کی طرف متوجہ کیا اور اس کے ذریعہ پھیلنے والی گمراہی کے سد باب کیلئے جواب لکھنے کی تحریک چلائی۔ دعا ہے کہ احباب و معاونین کے خلوص کیساتھ خاکسار کی کوشش کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

سید طاہر حسین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ وَعَلٰی اَتبَاعِہٖ اِلٰی یَومِ الدِّینِ ؕ

مولوی محمد انتخاب قدیری نعیمی مرادآبادی صاحب کی مرتبہ کتاب جس کا نام "قبائل انتخاب" ہے بعض لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھی گئی، کتاب کے ٹائٹل پیج پر مولوی صاحب نے لکھا ہے:-

"اذان میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی سن کر انگوٹھا چومنے کا ثبوت احادیث کریمہ کی روشنی میں"

ظاہر ہے کہ جو لوگ ناواقفیت اور کم علمی کے باعث ہر کتاب کو کتاب سمجھنے کے عادی ہیں، خاص کر سادہ لوح عوام جو کسی بھی لمبے چوڑے القاب والے مولوی کی بات پر جلدی سے اعتماد کر لیتے ہیں، اگر وہ اس کتاب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جائیں تو بے قصور ہیں، بلکہ ناواقفیت اور بے علمی

کی بنا پر وہ قابل معافی خیال کئے جائیں گے، البتہ مولوی انتخاب قدیری صاحب انتخاب العلماء حضرت مولانا حافظ قاری جیسے فرضی القاب سے آراستہ ہونے کے باوجود اگر گمراہ کن غلط بیانی سے کام لیں اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے گئے افتراء و بہتان کو دیدہ و دانستہ فرمان رسول اور حدیث پاک باور کرانے کی کوشش کریں تو علمی دنیا میں قدیری صاحب کسی طرح قابل معافی نہیں تسلیم کئے جاسکتے اور نہ ہی خدا و رسول کی بارگاہ میں ان کے لئے معذرت کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے، اسی بناء پر قدیری صاحب کی گمراہ کن کتاب کا علمی محاسبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ قدیری صاحب کی کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ مقدمہ سے شروع ہو کر ص۱۱ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرا حصہ ص۱۱ سے ختم کتاب تک ہے۔ کتاب مذکور کے پہلے حصہ کو زیر بحث لانا میں نے اس لئے ضروری نہیں سمجھا کہ اس کا قدیری صاحب کے پیش کردہ مسئلہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے قدیری صاحب نے کتاب کے دس صفحے محض اس خیال سے سیاہ کئے ہیں کہ ناواقفوں کی نگاہ میں اپنا انتخاب العلماء ہونا ثابت کرسکیں چونکہ یہ حصہ غیر متعلق باتوں پر مشتمل تھا جس کا خلاصہ عظمت رسول اور شان رسالت کو بیان کرنا ہے جس کا کوئی فریق منکر نہیں، اس لئے اس حصہ کو نظر انداز

کردیا گیا ہے، لیکن کتاب کا دوسرا حصہ جس میں قدیری صاحب نے اپنا زور علم دکھا کر انگوٹھا چومنے کا ثبوت پیش کرنا چاہا ہے، وہ قابل بحث ہے۔ اس لئے صرف اسی حصہ پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

اس حصہ میں دلائل کے نام سے قدیری صاحب نے جو کچھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس کے تین ٹکڑے ہیں۔ پہلے قدیری صاحب نے من گھڑت روایتوں کو احادیث کا نام دے کر فرمان رسول باور کرانے کی پوری کوشش کی ہے، اس کے بعد تجربات و مشاہدات کی روشنی میں غیر معلوم اور خود ساختہ بزرگوں کا قول اور عمل تحریر کیا ہے، انہیں باتوں پر قدیری صاحب نے اکتفاء نہیں کیا، بلکہ مزید صفحات بھی اپنے نامۂ اعمال کی طرح خوب سیاہ کئے ہیں جن میں بزعم خود انگوٹھا چومنے کا جواز و استحباب فقہ کی روشنی میں ثابت کرنا چاہا ہے۔

بعض وجوہ کے تحت مناسب یہی سمجھا گیا کہ قدیری صاحب کے دلائل کے آخری حصہ یعنی فقہی حوالے والے ٹکڑہ پر پہلے بحث کی جائے۔ اس لئے زیر نظر کتاب میں پہلے قدیری صاحب کے پیش کردہ فقہی دلائل کا جائزہ لیا جائے گا اس کے بعد احادیث والے حصہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

قدیری صاحب کی پُر فریب ڈینگ بازی

قدیری صاحب فرماتے ہیں :-

"فقہائے کرام کی کتب کی عبارت جس سے مسئلہ اور بھی زیادہ واضح ہو جائے گا اور مخالفین و منافقین کو بھی مجال انکار نہیں رہے گی، میں ان کتب کو حوالے میں پیش کروں گا، جن کے حوالے منافقین و مخالفین بھی اپنی کتابوں میں عموماً پیش کرتے ہیں :"

(قبائل انتخاب صـ ٢٣ و ٢٤)

اس بات پر گفتگو تو بعد میں کی جائے گی کہ قدیری صاحب کے مستند فقہائے کرام کون لوگ ہیں لیکن اتنی بات اسی جگہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قدیری صاحب کو۔

بدعت میں ہر اک مسئلہ الٹا نظر آیا ‎ ‎ ‎ مجنوں نظر آتی لیلیٰ نظر آیا

قدیری صاحب آپ کے حوالے کی بنیادی کتابیں کچھ اسی قسم کی ہیں کہ واقعی انہیں اہل سنت کے مخالفین اور آپ جیسے منافقین ہی سند میں پیش کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں، بعض کتابیں اگرچہ اس قسم کی نہیں ہیں لیکن ان میں آپ کے مطلب کی بات انہیں کتابوں کے حوالہ سے درج کی گئی ہے اور ناقلین کا مقصد

اس بات کی تائید و توثیق نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ منافقین اسلام اور دشمنان دین کی سازش اور فریب کاری سے لوگوں کو واقف کرایا جائے صرف نقل کرنے والوں کو ہی دیکھ کر وہ بات قبول نہیں کی جائے گی بلکہ جن کتابوں کے حوالے سے بات کہی گئی ہے ان پر بھی غور کرنا ہوگا۔ اور نقل کرنے والوں کا منشا بھی سمجھنا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ آپ جیسے انتخاب العلماء کو ان چیزوں سے کیا واسطہ ہے، یہ کام تو اہل علم اور ارباب تحقیق کے ہیں۔

شامی کے حوالے میں قدیری کی جہالت

انتخاب قدیری صاحب نے علامہ ابن عابدین شامی کی ایک تحریر ردالمحتار کے حوالے سے نقل فرمائی ہے، لیکن بعد کی عبارت چونکہ ان کے لئے مفید مطلب نہ تھی، بلکہ وہ عبارت ان کی جہالت اور خیانت کا پردہ چاک کرنیوالی تھی، اس لئے اس کو بالکل غائب کر گئے ہیں۔ قدیری صاحب نقل فرماتے ہیں :-

یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیك یا رسول الله وعند الثانیة منها قرة عینی بك یا رسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد

مستحب ہے یہ کہ کہا جائے پہلی شہادت کو سننے کے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت کو سننے کے وقت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ پھر کہے اللہم متعنی بالسمع

وضع ظفری الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام قائد له فی الجنۃ کذا فی کنز العباد قہستانی ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ وفی کتاب الفردوس من قبل ظفری ابہامیہ عند سماع اشہد ان محمدا رسول اللہ فی الاذان انا قائدہ و مدخلہ فی صفوف الجنۃ وتمامہ فی حواشی البحر للرملی۔۔

(رد المحتار المعروف شامی جلد اول ص۲۶۷)

(قبائل انتخاب ص۲۳، ۲۴، ۲۵)

دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد اس لئے کہ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیادت فرمائیں گے جنت میں، ایسے ہی کنز العباد میں ہے۔ اور اسی کے مثل فتوی صوفیہ میں ہے اور کتاب الفردوس میں ہے کہ جس نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ سننے کے وقت میں اس کی قیادت فرماؤں گا جنت کی صفوں میں اور اس کی مکمل بحث بحر الرائق کے حواشی رملی میں ہے۔۔

لیکن اس کے بعد کی عبارت قدیری صاحب ہڑپ کر گئے حالانکہ و تمامہ فی حواشی البحر للرملی کے بعد شامی لکھتے ہیں:۔

عن المقاصد الحسنۃ وذکر ذالک الجراحی واطال

یہ بات بحر الرائق کے حاشیہ پر علامہ سخاوی کی مقاصد حسنہ سے نقل

ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ ونقل بعضھم ان القہستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع

(شامی جلد اول ص۲۶۷)

کی گئی ہے، اس کو علامہ جراحی[1] نے ذکر کیا ہے اور طویل گفتگو فرمائی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ان میں سے کوئی بات صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ قہستانی نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ بات صرف اذان ہی کے ساتھ خاص ہے، اقامت میں اس عمل کے لئے تلاش و جستجو کے باوجود کوئی ثبوت نہیں مل سکا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی کی اس تحریر سے یہ باتیں بالکل آشکارا ہو جاتی ہیں:۔

۱۔ شامی کے نزدیک علامہ جراحی کا ان باتوں کے متعلق یہ فرمانا کہ حدیث مرفوع سے کچھ بھی ثابت نہیں، سو فی صد صحیح اور درست ہے ورنہ شامی علامہ جراحی کی تنقید نقل کرنے کے بعد خاموشی اختیار نہ کرتے بلکہ اس کی تردید فرماتے۔

[1] ھو الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی الشہیر بالجراحی المتوفی (۱۱۶۲)
(از مقدمہ المقاصد الحسنۃ لعبد الوہاب عبد اللطیف المدرس بالازہر)

۲ - مقاصد حسنہ یا حاشیہ رملی وغیرہ میں جو روایت اس سلسلے کی لکھی گئی ہے وہ نہ تو حقیقت میں حدیث ہے اور نہ ہی قابل اعتبار کوئی چیز ہے

۳ - علامہ شامی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگوٹھا چومنے کا مسئلہ سب سے پہلے کنز العباد اور فتاوئ صوفیہ میں لکھا گیا ہے، اس کے بعد قہستانی نے اس کو بحوالہ کنز العباد جامع الرموز میں لکھا ہے، پھر مابعد کی تمام کتابوں میں انہیں کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے۔

۴ - شامی اس جگہ یہ بات بھی بتانا چاہتے ہیں کہ قہستانی جو انگوٹھا چومنے کے قائل اور بڑے سرگرم حامی ہیں ایک غیر صحیح روایت کا سہارا بھی لے سکتے ہیں لیکن اذان کے علاوہ دوسرے مواقع مثلاً اقامت وغیرہ میں اس عمل کے وہ بھی قائل نہیں، اسی لئے قہستانی کو بھی صاف لکھنا پڑا کہ بڑی محنت اور کاوش کی مگر اقامت میں اس کے لئے کوئی ثبوت فراہم نہ ہو سکا۔ انگوٹھا چومنے کی روایتوں کے غلط ہونے کے متعلق شامی کی اس قدر واضح تصریح کے بعد بھی شامی کے حوالے سے انگوٹھا چومنے کا ثبوت پیش کرنے کی زحمت اٹھانا قدیری صاحب کی جہالت یا خیانت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

دوسری بات جو خاص طریقہ پر یاد رکھنے کی ہے وہ یہ کہ مولوی انتخاب قدیری اور ان کے ہم مسلک جملہ رضاخانی جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سنتے ہیں تو وہ خواہ درود پڑھیں یا نہ پڑھیں لیکن یہ عمل ضرور کرتے ہیں۔

اس عمل کیلئے اذان ہی کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ رضاخانی حضرات وعظ و تقریر اذان و اقامت وغیرہ غرض ہر موقع پر یہ عمل کرتے ہیں اور ایسا نہیں کہ اتفاقاً کرتے ہوں اس لئے کہ ان کے خیال میں جو شخص ایسا نہ کرے وہ اہل سنت کی جماعت سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ عمل اہل سنت کا ایک عظیم ترین شعار اور جماعتی نشان ہے، مگر جب رضاخانی لوگوں سے اس کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو اذان کے وقت کا مسئلہ سامنے رکھتے ہیں۔ نہ معلوم قول و عمل کا یہ تضاد کس مصلحت پر مبنی ہے، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جن علماء کی کتابوں کے اقوال اپنے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ان کے اندر بھی نہ صرف یہ کہ اذان کی قید ہے بلکہ اس بات کی کھلی صراحت موجود ہے کہ یہ کام اذان کے علاوہ دوسرے مواقع حتیٰ کہ اقامت تک میں ناجائز اور بے ثبوت ہے لیکن رضاخانیوں کا نہ اس پر عمل ہے اور نہ اس کو بیان کرنا وہ پسند کرتے ہیں۔ اسی جگہ شامی کی جو عبارت انتخاب قدیری صاحب نے نقل کی ہے، اس میں دوسرے مواقع پر ممانعت والا جملہ غائب کر گئے حالانکہ ان کے مستند فقہاء خصوصاً قہستانی بھی اس کے قائل نظر آتے ہیں۔

انگوٹھا چومنے کے بنیادی حوالوں کی حقیقت

انگوٹھا چومنے کے ثبوت میں جن کتابوں کا نام لیا جاتا ہے، ان

میں بنیادی حیثیت کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کو حاصل ہے کیونکہ بعد میں جن لوگوں نے اس کی حمایت کی ہے سب کا ماخذ کنز العباد یا فتاویٰ صوفیہ ہی ہے۔

اس لئے فتاویٰ صوفیہ اور کنز العباد کی حقیقت واضح کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ ارباب تحقیق کے نزدیک دونوں کتابیں قابل اعتماد نہیں ہیں مذکورہ کتابوں کی صرف وہی باتیں اعتبار کے لائق ہیں جو دوسری مستند کتابوں کے موافق ہوں۔ ورنہ وہ ہرگز اعتبار کے لائق نہیں۔ علامہ عبدالحی رح لکھنوی فرماتے ہیں:۔

"الفتاوی الصوفیة لفضل اللّٰہ محمد بن ایوب تلمیذ جامع المضمرات کما نقلہ صاحب الکشف عن البرکلی انہ قال لیست من الکتب المعتبرۃ فلا یجوز العمل بما فیہا الا اذا علم موافقتہا للاصول"

مقدمہ عمدۃ الرعایۃ ص۱۲

فتاوی صوفیہ فضل اللّٰہ محمد بن ایوب شاگرد جامع المضمرات کی تصنیف ہے، جیسا کہ صاحب کشف الظنون نے برکلی کے حوالے سے کہا ہے فتاوی صوفیہ معتبر کتابوں میں سے نہیں ہے، لہذا اس کی باتوں پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا الا یہ کہ وہ اصول شریعت کے مطابق ہوں"

نیز علامہ عبدالحی فرنگی محلی رح اپنی ایک دوسری کتاب "النافع الکبیر لمن

یطالع الجامع الصغیر" میں فرماتے ہیں:۔

"کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ چونکہ ضعیف و موضوع روایات پر مشتمل کتابیں ہیں۔ لہذا فقہاء و محدثین کے نزدیک غیر معتبر ہیں"

(بحوالہ اصلاح المسلمین حصہ اول ص۲۵ از عبید اللّٰہ الاسعدی)

یہ ہے قدیری صاحب کی مستند کتاب جس کو برکلی و صاحب کشف الظنون اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی رح تینوں بیک زبان غیر معتبر اور ناقابل عمل قرار دے رہے ہیں۔ رہی کنز العباد تو اس کا حال از فتاوی صوفیہ سے بھی زیادہ خراب ہے، جس کتاب کے مرتب و مصنف تک کا نام غیر معلوم ہو اور جس کے حالات کا بھی کوئی علم نہیں کہ وہ کس درجہ اور کس خیال کے ہیں، ایسے لوگوں کی کتابوں کو حوالوں میں پیش کرنا صرف رضاخانی مولوی ہی کا کام ہے اور درحقیقت اس فرقہ کی بنیاد ہی ایسی کتابوں پر ہے۔ "الاوراد" ایک کتاب تھی جس میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللّٰہ علیہ کے اوراد و وظائف جمع کئے گئے تھے۔ اسی کتاب کی شرح دوسرے سوانح اور فتاوی کی مدد سے علی بن احمد غوری نے فارسی میں زبانی طور پر کسی کو تحریر کرایا تھا، اسی کا نام کنز العباد فی شرح الاوراد ہے اصل مرتب کا نام تک لاپتہ ہے۔ یہی غیر معلوم مجہول الحال شخص کی کتاب قدیری صاحب کا مستند ماخذ ہے۔ صاحب کشف الظنون کنز العباد کے متعلق فرماتے ہیں:۔

كنز العباد فى شرح الاوراد يعنى اوراد الشيخ الاجل محى السنة شهاب الدين السهروردى وهو الشرح لبعض المشائخ فى مجلد منقول من كتب الفتاوى والواقعات وهو شرح فارسى بالقول لعلى بن الغورى الساكن بخطة كزه ،،

(کشف الظنون جلد دوم ص۱۹۰ مصری)

کنز العباد الاوراد کی شرح یعنی شیخ اجل سنت کو رواج دینے والے بزرگ شہاب الدین سہروردی کے وظائف واوراد کی شرح کسی بزرگ نے لکھی ہے جو کتب فتاوی اور سوانح سے ماخوذ ایک جلد میں ہے وہ فارسی میں علی بن احمد غوری کی زبانی لکھوائی ہوئی کتاب ہے علی بن احمد غوری علاقہ کزہ[1] کے باشندہ تھے۔"

اسی قسم کے غیر معروف اور مجہول بزرگوں اور غیر معتبر کتابوں سے رضاخانی مذہب کی حیات وابستہ ہے اور چونکہ انہیں کے حوالہ سے علامہ شامی نے بلا تائید وتوثیق ہی سہی مگر نقل کیا ہے۔ اس لئے شامی کا حوالہ دے کر انتخاب قدیری صاحب یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ فقہ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے جس سے اپنے اور بیگانے سبھی فتوی دیا کرتے ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ قدیری صاحب جیسے علم سے بیگانے یقیناً کتابوں کا حوالہ محض عوام کو مرعوب کرنے کے لئے بات کو سمجھے بغیر دے دیا کرتے ہیں اپنے علماء تو کسی کتاب سے عبارت یا قول نقل کرتے وقت صاحب کتاب کے منشاء اور صاحب قول کے دلائل وماخذ پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں۔

---

[1] ضلع غزنی [illegible] ایک مقام کا نام کرشہ ہے اسی کا معرب کزہ ہے۔

کنز العباد نہ کوئی فقہ کی کتاب ہے نہ حدیث کی، وہ غیر معلوم فتاوی اور سوانح وواقعات کا ایک مجموعہ ہے جس کے بزرگ مرتب کا حال معلوم نہیں۔ قہستانی بھی اگرچہ قدیری صاحب کے حوالوں میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن جامع الرموز کے حوالہ کا جائزہ لیتے وقت قہستانی اور ان کی کتاب جامع الرموز سے متعلق گفتگو کی جائے گی، یہاں قدیری صاحب کے بنیادی حوالے کی کتابوں میں فتاوی صوفیہ اور کنز العباد ہی کی بحث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

فقہ کی ایک اور مشہور کتاب

قدیری صاحب کی جہالت نے طحطاوی کا حوالہ دینے میں جو گل کھلایا ہے اسے دیکھ کر بے ساختہ یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لکھتے ہیں:۔

"فقہ کی ایک اور مشہور ومعروف کتاب کا حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

انه يستحب ان يقول عند سماع الاولى من الشهادتين

مستحب یہ ہے کہ کہے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

النبی صلی اللہ علیک یارسول اللہ و عن سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ابھامیہ علی عینیہ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائداً لہ فی الجنۃ وذکر الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ مرفوعاً من مسح العین بباطن الانملتین السبابتین بعد تقبیلھما عند قول المؤذن اشھد ان محمداً رسول اللہ وقال اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا حلت لہ شفاعتی وکذا روی عن الخضر علیہ السلام وبمثلہ یعمل فی الفضائل۔

کی دونوں شہادتوں میں سے پہلی کے سننے کے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ، دوسری شہادت سننے کے وقت قرۃ عینی بک یارسول اللہ اللّٰھم متعنی بالسمع والبصر اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد اس لئے کہ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیادت فرمانے والے ہوں گے جنت کی طرف اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ کتاب مسند الفردوس میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حدیث سے مرفوعاً جس شخص نے شہادت کی انگلیوں کے پورے باطنی جانب سے آنکھوں پر لگائے، چومنے کے بعد موذن کے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنے کے وقت اور کہا اشھد ان

محمداً عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۲۲[1])

(قبائل انتخاب ص۲۵)

علیہ وسلم نبیاً تو حلال ہو گئی اس کے لئے میری شفاعت۔ اور ایسے ہی سیدنا حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا گیا اور اس جیسی حدیث پاک پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے (قبائل انتخاب ص۲۶)

طحطاوی کا حوالہ تحریر فرما کر قدیری صاحب نے اپنی بے علمی اور جہالت کے ثبوت کے لئے ایک ناقابل انکار حجت قائم کر دی ہے۔ طحطاوی ص۱۲۲ کے حوالے سے درج بالا عبارت پڑھنے کے بعد یہ خیال درجہ یقین کو پہنچ جاتا ہے کہ اصل طحطاوی نہ قدیری صاحب نے دیکھی ہے اور نہ طحطاوی سمجھنے کی قدیری صاحب میں صلاحیت ہے۔ اصل طحطاوی کی عبارت اور حوالہ کی عبارت میں مندرجہ ذیل فرق پایا جاتا ہے اور مذکورہ بالا عبارت طحطاوی مصری کے ص۱۱۹ پر ہے:-

۱- من الشھادتین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیک یارسول اللہ۔

---

[1] صاحب تفسیر روح البیان نے بھی قریب قریب یہی لکھا ہے، دیکھئے روح البیان جلد ۴ ص۶۴۹، اور خزانۃ الروایۃ میں بھی اسی قسم کی بات ہے۔

۲- بباطن انملة السبابتين-

طحطاوی کے اندر مذکورہ بالا صورت میں دونوں عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ اور درج ذیل صورتوں میں دونوں عبارتوں کو قدیری صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

۱- من الشهادتين البنی صلی الله علیك یارسول الله

۲- بباطن الانملتين السبابتين-

پہلے جملہ میں للنبی کو البنی لکھا اور للنبی کے بعد طحطاوی میں صلی الله علیہ وسلم صاف تحریر تھا۔ لیکن قدیری صاحب کی رسول دشمنی نے درود شریف کا جملہ غائب کر دیا، دوسرے جملے میں نقل کی۔ لفظی غلطی کے علاوہ انملة واحد اور انملتین، تثنیہ میں بھی قدیری صاحب کوئی تمیز نہیں کر پائے ہیں جس کو عربی کا ابتدائی طالب علم بھی محسوس کر سکتا ہے۔ اسی طرح ترکیب اضافی اور ترکیب توصیفی کا فرق بھی قدیری صاحب کی سمجھ میں نہ آسکا ہے، یہ باتیں محض قدیری صاحب کی اصل حوالے سے عدم واقفیت اور عربی زبان سے جہالت کے ثبوت کے طور پر لکھ رہا ہوں، اگرچہ اپنی جگہ اس بات کا یقین ہے کہ قدیری صاحب اپنی تمام غلطیوں کو آبائی عادت کے مطابق کاتب کے سر تھوپ دیں گے اس لئے ناظرین کا وقت ان لفظی بحثوں میں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ اصل مقصد تو قدیری صاحب کی فریب کاری اور خیانت و جہالت کو واضح کرنا ہے، جس کے لئے ان باتوں کو پہلے سے ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

روشنی میں تاریکی

فقہ کی روشنی میں اپنا مطلب ثابت کرنے کیلئے قدیری صاحب نے کل چار کتابوں کے حوالے درج کئے ہیں، شامی، طحطاوی۔ جامع الرموز۔ حاشیہ جلالین، محض حوالوں کی تعداد بڑھانے کیلئے قدیری صاحب کو کتابوں کی تعداد بڑھانی پڑی ہے جس سے قدیری صاحب یہ اثر ڈالنا چاہتے ہیں کہ ہماری بات بہت سی کتابوں سے ثابت ہوتی ہے اگرچہ ان حوالوں میں بنیادی کتاب صرف ایک ہی ہے جس کا تذکرہ قدیری صاحب کی تحریر کردہ جملہ کتابوں میں صاف طور پر موجود ہے جس کی مفصل بحث بھی پیش کی جا رہی ہے تاہم قدیری صاحب کی فنکارانہ فریب دہی کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے بدعت و جہالت کی تاریکی پھیلانے کے لئے جس طرح نام نہاد روشنی کا سہارا لیا ہے، یہ بھی اتنا بڑا کمال ہے کہ جس کی داد نہ دینا ایک طرح کی ناانصافی اور قدیری صاحب کی ناقدری کے مرادف ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

طحطاوی کی عبارت جہاں سے قدیری صاحب نے شروع کی ہے اس کے اوپر یہ جملہ لکھا ہوا ہے۔

" ذکر القهستانی عن کنز العباد " قہستانی نے بحوالہ کنز العباد یہ بات

ذکر کی ہے جس سے ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ یہ مسئلہ طحطاوی نے بھی قہستانی ہی سے لیا ہے، اس طرح معاملہ پھر قہستانی اور کنز العباد پر آجاتا ہے۔ کنز العباد کی حقیقت تو اوپر بیان کردی گئی ہے۔ آئندہ حوالہ کے ذیل میں قہستانی اور ان کی کتاب جامع الرموز پر بھی گفتگو آرہی ہے۔

قدیری صاحب کی بے خبری کا عالم

باقی رہی یہ بات کہ طحطاوی نے بات صرف نقل نہیں کی ہے بلکہ تائید و توثیق بھی کردی ہے جس سے طحطاوی کی رائے قدیری صاحب کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ طحطاوی کی رائے کسی مسئلہ میں قابل اعتماد نہیں ہے، محض طحطاوی کی ذاتی رائے پر جس مسئلہ کی بنیاد قائم ہو وہ اکثر غلط ہوتا ہے اور اس جگہ بھی یہی بات ہے۔ طحطاوی کی ذاتی رائے لائق توجہ نہ ہونا کوئی ہمارے گھر کی بات نہیں ہے، بلکہ قدیری صاحب کے پیشوائے مذہب اور روحانی باپ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی اس معاملے میں ہمارے ہم نوا ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اپنے گھر کا حال بھی قدیری صاحب کو معلوم نہیں۔

نہ من تنہا دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

قدیری صاحب نے رضا خانی فرزند ہونے کے باوجود اپنے محسن

اور آقائے نعمت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس اصول کو اس جگہ بڑی بے شرمی کے ساتھ ٹھکرا دیا ہے بلکہ ایسا کرکے انہوں نے اپنے مذہبی انحراف اور محسن کشی کا ایک غیر فانی ریکارڈ قائم کردیا ہے۔ طحطاوی کی رائے کتنی اہم ہوتی ہے اس کے متعلق خاں صاحب بریلوی کی اصولی بات ان کے مخصوص انداز میں فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۳۹ پر پڑھئے :۔

طحطاوی نے لکھا ہے کہ زکام سے وضو ٹوٹ جانا چاہئے، یہ مسئلہ بحوالہ طحطاوی نقل کرنے کے بعد خاں صاحب فرماتے ہیں :۔

" زکام ایک عام چیز ہے غالباً جب سے دنیا بنی کوئی فرد بشر جس نے چند سال عمر پائی ہو، اسے کبھی نہ کبھی اگرچہ جاڑوں کی ہی فصل میں زکام ضرور ہوا ہوگا، یقین عادی کی رد سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین اعلام و ائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خود بھی عارض ہوا ہو، ایسی عموم بلوی کی چیز میں اگر نقض وضو کا حکم ہوتا تو ایک جہان اس سے مطلع ہوتا مشہور و مستفیض حدیثوں میں اسکی تشریح ہوتی، کتب ظاہر الروایۃ سے لے کر متون و شروح و فتاویٰ سب اس کے حکم سے مملو ہوتے نہ کہ بارہ سو (۱۲۰۰) برس کے بعد ایک مصری فاضل سید علامہ طحطاوی بعض عبارات سے بطور احتمال نکالیں"

(فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۳۹، ۴۰)

اگر زکام سے وضو ٹوٹنے کے معاملے میں طحطاوی کی رائے قابل قبول نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر مولوی احمد رضا خاں صاحب کے تحریر کردہ اصول کے مطابق ان کے روحانی فرزند مولوی انتخاب قدیری صاحب کو انگوٹھا چومنے کے مسئلہ میں طحطاوی کی رائے پر کیوں اصرار ہے، جب کہ یہاں بھی معاملہ زکام ہی جیسا ہے۔ لہذا قدیری صاحب کو یہ بات تسلیم کرنے میں انکار نہ ہونا چاہئے کہ

اذان ایک عام چیز ہے غالباً جب سے اسلامی دنیا قائم ہوئی ہر فرد بشر جس نے چند سال عمر پائی ہو اسے کبھی نہ کبھی اذان سننے کا ضرور اتفاق ہوا ہوگا بلکہ یقین قطعی کی رو سے کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین اعلام و ائمہ عظام رضی اللہ عنہم کو بلاشبہ اذان سننے کہنے اور اس کا جواب دینے کا سابقہ پیش آیا ہوگا، ایسی عام ابتلائی چیز میں جس سے دن رات میں پانچ مرتبہ سابقہ پڑتا ہے اگر انگوٹھا چومنے کا حکم ہوتا تو ایک جہاں اس سے مطلع ہوتا، مشہور اور مستند حدیثوں میں اس کی تشریح آئی ہوتی۔ حدیث کی کتابوں سے لے کر کتب فقہ کی متون و شروح معتبرہ اور مستند فتاوی سب اس حکم سے بیخبر ہوتے نہ کہ بارہ سو برس کے بعد ایک مصری فاضل علامہ طحطاوی اور رضا خانی عالم بعض عبارات سے یہ مسئلہ نکالیں۔

قدیری صاحب نے بزعم خود طحطاوی کے حوالہ کو بہت بڑی دلیل خیال فرمایا تھا۔ لیکن ان کے مذہبی پیشوا مولوی احمد رضا خاں صاحب طحطاوی کی تحقیق

کو بھی اعتماد کے قابل نہیں سمجھتے۔ ناظرین نے اس جگہ محسوس کیا ہوگا کہ قدیری صاحب اپنے گھر تک سے بے خبر ہونے کے باوجود کس بے حیائی سے علمائے حق کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ طحطاوی کا "ومثلہ یعمل فی الفضائل"، یعنی اس جیسی حدیث پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے، لکھ دینا اس وہم پر مبنی ہے کہ مسند الفردوس سے نقل کی گئی حدیث طحطاوی کے نزدیک صرف ضعیف ہے حالانکہ بات ایسی نہیں ہے کیونکہ اس سلسلہ کی جملہ روایتیں ہی سرے سے من گھڑت ہیں، جیسا کہ احادیث کی بحث میں اس کا تفصیلی بیان پیش کیا جائے گا۔

قدیری صاحب اگر ان باتوں کے سمجھنے سے معذور تھے تو کم از کم اپنے موجد مذہب کے تحریر کردہ اصول کے مطابق اتنی بات تو ضرور سمجھ سکتے تھے کہ اذان کی کیفیت اور اس کے جواب دینے کے طریقہ سے متعلق جملہ مسائل بے شمار صحابہ کرام نقل فرماتے ہیں اور ان باتوں کا تذکرہ متعدد صحابہ حدیثوں میں نقل فرماتے ہیں، لیکن بات کیا ہے کہ انگوٹھا چومنے کا کوئی معمولی اشارہ بھی نہیں کرتا، انگوٹھا چومنے کی روایت بیان کرنے کے لئے صحابہ کی کثیر جماعت میں سے کوئی فرد تیار نہیں نظر آتا، جب ہی تو اس کی روایت کیلئے خضر علیہ السلام کو لایا جاتا ہے۔

اور پھر اپنی جہالت اور فریب کاری پر پردہ ڈالنے کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ کے نام کا جعلی اضافہ کیا جاتا ہے۔ اگر اتنی موٹی سی بات بھی قدیری صاحب محسوس کر لیتے تو شاید بناوٹی روایتوں کو قربان

رسول یاد کرانے کی کوشش سے باز رہ جاتے۔

شامی اور طحطاوی کا بیان قدیری کیلئے غیر مفید ہے

ان بحثوں کے علاوہ ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ شامی کے حوالہ سے قدیری صاحب نے نقل فرمایا ہے کہ مسند الفردوس میں یہ لکھا ہے:۔

"جس نے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اذان میں اشھد ان محمدا رسول اللہ سننے کے وقت" (قبائل انتخاب ص۲۴)

اور طحطاوی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ مسند الفردوس میں یہ لکھا ہے:۔

"شہادت کی انگلیوں کے پورے باطنی جانب سے آنکھوں کو لگائے"

(قبائل انتخاب ص۲۶)

قدیری صاحب نے اس بات پر اظہار رائے نہیں فرمایا کہ مسند الفردوس کا حوالہ شامی نے درست دیا ہے یا طحطاوی نے، اور اگر دو روایتوں کی بنیاد پر دونوں حوالے صحیح تسلیم کر لئے جائیں تو بھی عمل کی صورت تو مقرر کرنی ہی ہوگی، کیونکہ ایک روایت میں انگوٹھا چومنا ہے اور دوسری میں شہادت کی انگلی انگوٹھوں میں ناخنوں کے چومنے کی تصریح ہے اور ناخن ہر انگلی کا پشت پر ہے جس کو عربی میں ظاہر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مسند الفردوس سے شامی نے جو نقل کیا ہے اس میں ناخنوں کی قید بالکل واضح ہے اور طحطاوی نے اسی مسند الفردوس

سے شہادت کی انگلیوں کے چومنے میں باطنی جانب یعنی انگلی کے اندر کی طرف سے چومنے کی تصریح نقل کی ہے۔ قدیری صاحب انتخاب العلماء ہونے کے باوجود ان متضاد امور پر کوئی بحث نہیں کرتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دونوں روایتوں پر عمل کرنے کیلئے انگوٹھے کے ساتھ انگشت شہادت کو بھی چوم لیا جائے گا تو کسی حد تک بات بن جائے گی۔ لیکن غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ پیٹ اور پیٹھ اندر اور باہر ظاہر اور باطن کو ایک سمجھنا کیونکر درست ہوگا۔

دوسرا اختلاف ان روایات میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ شامی اور طحطاوی دونوں نے پہلی شہادت کے وقت صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہنے کی صراحت کی ہے۔ ایسے ہی دونوں نے دوسری شہادت کے وقت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اور اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنے کی تصریح فرمائی ہے۔

لیکن طحطاوی نے مسند الفردوس کے حوالہ سے حضرت ابو بکر کی روایت میں نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"جس شخص نے شہادت کی انگلیوں کے پورے باطنی جانب سے آنکھوں کو لگائے چومنے کے بعد موذن کے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہنے کے وقت اور کہا اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا تو حلال ہو گئی اس کے لئے

میری شفاعت "۔ (قبائل انتخاب صـ۲۶)

لیکن طحطاوی نے مسند الفردوس کی مذکورہ روایت سے نہ پہلی شہادت اور دوسری شہادت کی تفصیل ظاہر ہوتی ہے اور نہ دونوں کے لئے الگ الگ وظیفے کی تعیین معلوم ہوتی ہے، نہ کہیں صلی اللہ علیک یارسول اللہ کا جملہ ہے اور نہ کہیں اللھم متعنی بالسمع والبصر کا پتہ ہے۔ بلکہ مسند الفردوس کی یہ روایت تو رضا خانیوں اور اہل بدعت کے طریقۂ کار کے بالکل خلاف اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ کہنے کی صراحت کررہی ہے اور صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور اللھم متعنی بالسمع والبصر کی جگہ رضیت باللہ ربا والی دعا پڑھنے کی تاکید کررہی ہے، روایتوں کا کھلا ہوا اختلاف اور اس قدر واضح تضاد بھی رضاخانی علماء کو اس بدعت کی نحوست کے سبب نظر نہیں آتا، حالانکہ ان کے خیال کے مطابق اس عمل کی برکت سے دل کی بصیرت کی طرح آنکھوں کی بصارت غائب نہ ہونا چاہئے تھا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

قدیری صاحب کا ایک بہت بڑا کمال

انتخاب قدیری صاحب جامع الرموز کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ الثانیۃ صلی اللہ علیک یارسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفر الابہامین علی العینین فانہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قائداً لہ فی الجنۃ ۔ (جامع الرموز صـ۹۰)

(قبائل انتخاب صـ۲۶)

اور جان لے یہ کہ مستحب ہے کہنا دوسری شہادت میں سے پہلی کو سننے کے وقت صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری کو سننے کے وقت قرۃ عینی بک یارسول اللہ کہا جائے اللھم متعنی بالسمع والبصر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو دونوں آنکھوں پر رکھنے کے بعد اس لئے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، اس کی قیادت کرنیوالے جنت کی طرف (قبائل انتخاب صـ۲۶)

قبائل انتخاب صـ۲۶ پر قدیری صاحب نے تفسیر جلالین کے حاشیہ تعلیقات جدیدہ صـ۳۵۵ کا حوالہ دیتے ہوئے بالکل یہی عربی عبارت لفظ بہ لفظ نقل کی ہے اور ترجمہ بھی تقریباً مذکورہ الفاظ ہی میں فرمایا ہے۔ اس پر قدیری صاحب کا مطلب صرف حوالوں کی تعداد بڑھانا ہے۔ جلالین کے حاشیہ والی عبارت ہم نے اس لئے نقل نہیں کی کہ اس میں اور جامع الرموز کی مذکورہ بالا عبارت میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں۔ اور دوسری [illegible]

کہ حاشیہ جلالین میں خود وہ عبارت قہستانی کی اسی جامع الرموز کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے۔ چنانچہ مذکورہ عبارت کے پہلے یہ جملہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہوا ہے:

"قال القہستانی فی شرحہ الکبیر نقلاً عن کنز العباد"۔

(حاشیہ جلالین صفحہ ۳۵۶)

یعنی قہستانی نے اپنی بڑی شرح (جامع الرموز) میں کنز العباد سے یہ بات نقل کی ہے۔

پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ قدیری صاحب کے تمام حوالے درحقیقت متعدد نہیں ہیں، بلکہ اصل حوالہ صرف ایک ہے۔ اس لئے کہ حوالے کی تمام کتابوں کا ماخذ کنز العباد اور فتاویٰ صوفیہ کے بعد جامع الرموز ہی ہے جس کے مصنف قہستانی ہیں، اور اسی قہستانی کے حوالے سے یہ مسئلہ شامی، طحطاوی اور حاشیہ جلالین میں نقل کیا گیا ہے۔ اس بات کی ہر کتاب میں وضاحت موجود ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا تذکرہ آ چکا ہے۔ لیکن محض تعداد بڑھانے کے لئے قدیری صاحب نے مختلف کتابوں سے عبارت نقل کی ہے تاکہ ناواقف لوگوں کے دماغ میں یہ بات ذہن نشین کر دی جائے کہ میری بات بہت سی کتابوں سے ثابت ہے، حالانکہ اس فریب دہی کے نشہ میں قدیری صاحب حاشیہ جلالین کو کتب فقہ ہی کے ذیل میں شمار کر گئے ہیں جس کے بعد قدیری صاحب کی جہالت

کسی تعارف و تبصرہ کی محتاج نہیں رہتی۔ قدیری صاحب جیسے انتخاب العلماء کے سوا کون نہیں جانتا کہ حاشیہ جلالین ایک تفسیری نوٹ یا تفسیری حاشیہ ہے۔ فقہ کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ اتنی بات تو عربی مدارس کے ابتدائی درجہ کے طلبہ بھی جانتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ قدیری صاحب کی کور باطنی اور حق دشمنی نے ان سے یہ بھی کرا دیا۔ ع

جو پڑھا لکھا تھا قدیر نے اسے صاف دل سے بھلا دیا

قہستانی کون ہیں

بہر حال قدیری کے تمام حوالوں کا ماخذ و مدار قہستانی اور ان کی کتاب جامع الرموز ہی ہے۔ اب قدیری صاحب کی جہالت کا عالم دیکھئے کہ شامی کے حوالہ سے آپ نے قہستانی کی بات نقل تو کر دی ہے۔ لیکن یہ پتہ نہیں کہ خود علامہ شامی کے نزدیک قہستانی کی علمی پوزیشن کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ جس طرح علامہ شامی نے قہستانی کا تعارف کرایا ہے، اس کو معلوم کر لینے کے بعد معمولی عقل کا آدمی بھی یہ فیصلہ بہ آسانی کر سکتا ہے کہ قدیری صاحب کے ہم خیال علماء کا اصل مزاج کیا ہے اور وہ ناواقف عوام کو بریلویت اور سنیت کے نام سے کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ قہستانی پر علامہ ابن عابدین شامی اور دوسرے محققین کا تبصرہ پڑھ لینے کے بعد

رضاخانیت کا اصل مکروہ چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ لوگ محض کم علم اور ناواقف عوام کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر انہیں گمراہی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اور نہایت ہی منطقیانہ انداز میں اہل سنت کا لیبل لگا لگا کر معتزلہ، شیعہ، اور دوسرے باطل فرقوں کے عقائد و نظریات کا پرچار کر رہے ہیں۔ علامہ شامی اپنی کتاب تنقیح الفتاوی الحامدیہ میں قہستانی کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"والقہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصاً واستفادہ الی کتب الزاہدی المعتزلی" (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص۱۱)

قہستانی سیلاب میں بہہ جانے والا اور اندھیرے میں لکڑی جمع کرنے والا ہے، بالخصوص وہ جس وقت زاہد معتزلی کی کتابوں سے کسی بات کو لیتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی قدیری صاحب کے مستند فقیہ قہستانی کا اس طرح تعارف کراتے ہیں:۔

لقد صدق عصام الدین فی حق القہستانی انہ لم یکن من تلامذۃ شیخ الاسلام لا من اعالیہم ولا من ادانیہم انما کان دلال الکتب فی

عصام الدین نے قہستانی کے متعلق بالکل درست فرمایا ہے کہ وہ شیخ الاسلام ہروی کے نہ بڑے شاگردوں میں تھا۔ نہ چھوٹے بلکہ وہ اپنے وقت میں فرق باطلہ کی کتابوں

زمانہ ولا کان یعرف بالفقہ وغیرہ بین اقرانہ ویؤیدہ انہ یجمع فی شرحہ ھذا بین الغث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فھو کحاطب لیل الجامع بین الرطب والیابس فی اللیل" (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص۱۱ بحوالہ شم العوارض فی ذم الروافض)

کا ایجنٹ تھا، اور اس کی اپنے ہم عصر علماء کے درمیان علم فقہ یا کسی دوسرے علم میں شہرت نہ تھی، عصام الدین کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قہستانی اس کتاب شرح مختصر الوقایہ (یعنی جامع الرموز) میں بے سوچے سمجھے غلط اور صحیح، بیکار اور درست ہر طرح کی باتیں جمع کر لیتا ہے وہ تو ایسا ہے جیسے اندھیرے میں لکڑی چننے والا کہ خشک و تر میں بھی تمیز نہیں کر پاتا ہے۔

قہستانی سے متعلق علمائے اہل سنت و جماعت کا یہ بیان پڑھنے کے بعد انتخاب قدیری صاحب کے سوا کون سیاہ قلب اور ہٹ دھرم ہوگا کہ کسی معاملہ میں بے باکی کے ساتھ قہستانی کا حوالہ پیش کر کے مطمئن ہو جائے۔ اور قہستانی کی بے تحقیق بات بلکہ رائے زنی کو بطور ثبوت تحریر کرنے کی جرأت کرے۔

علامہ عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحقہستانی کی کتاب جامع الرموز کے متعلق فرماتے ہیں:۔

من الكتب الغير المعتبرة شرح مختصر الوقاية للقهستاني (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ص۱۱)

قہستانی کی کتاب شرح مختصر الوقایہ (جامع الرموز) غیر معتبر کتابوں میں سے ہے :

اتنی تفصیل کے بعد یہ بات پوشیدہ نہیں رہ جاتی کہ قدیری صاحب کے قہستانی علمی دنیا میں کس درجہ کے آدمی تھے اور کس مسلک و عقیدے کی ایجنٹی لیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اب قہستانی کسی مزید تبصرہ کے محتاج نہیں رہ گئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ قہستانی اپنے دور میں بخارا کے مفتی اور قاضی بھی رہ چکے ہیں تو اس کے متعلق یہی عرض کر سکتا ہوں کہ جناب قدیری صاحب بھی تو اپنے دور میں انتخاب العلماء کہے جاتے ہیں۔ لہذا قہستانی اگر جملہ عیوب کے باوجود مفتی و قاضی ہو جائیں تو تعجب کی کیا بات ہے۔

قدیری صاحب کی ایک اور چال

حاشیہ جلالین کا حوالہ دیتے وقت قدیری صاحب نے علم و دیانت کو بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے مطلب کی عبارت تو نقل کی ہے۔ مگر اسی جگہ شرح یمانی کے حوالے سے یہ بات لکھی تھی جو قدیری صاحب کو نظر نہ آسکی یا انہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ حق و صداقت کا دانستہ میں نے خون کیا ہے۔ اس عبارت کی وجہ سے کہیں میرے دامن پر اس کی چھینٹیں

نمایاں نہ ہو جائیں۔

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا تھا یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

چنانچہ اسی جگہ حاشیہ جلالین میں یہ تحریر موجود ہے :-

" ویکرہ تقبیل الظفرین ووضعهما على العينين لانه لم يرد فيه والذي ورد فيه ليس بصحيح " (تعليقات جديدة حاشيه جلالين ص۳۵۷)

انگلیوں کے ناخنوں کو چومنا اور آنکھوں سے لگانا مکروہ ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے اور جو روایت اس کے ثبوت میں نقل کی جاتی ہے وہ درست نہیں ہے۔

قدیری صاحب اپنی جماعت کے چونکہ انتخاب العلماء ہیں، اس لئے مناسب یہی سمجھا کہ یہ عبارت میرے مطلب کی نہیں ہے، لہذا اس کو غائب ہی کر جاؤ، میری چوری پکڑنے والا کون ہے؟ لیکن قدیری صاحب کو کیا خبر تھی کہ

مجھ سے کہاں چھپینگے وہ ایسے کہاں کے ہیں
جلوے میری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں

قہستانی کے حمایتیوں کی غفلت

گذر چکا ہے کہ طحطاوی نے قہستانی کی حمایت میں مسند الفردوس کی روایت نقل کی تھی، اور "بمثلہ یعمل فی الفضائل" لکھ کر تائید کرنی چاہی تھی، صاحب حاشیہ جلالین نے بھی طحطاوی ہی کی طرح خوش فہمی میں قہستانی کی اس طرح تائید کی ہے:-

يقول الفقير جل صحح من العلماء تجويز الاخذ بالحديث الضعيف في العمليات فكون الحديث المذكور غير مرفوع لا يستلزم ترك العمل بمضمونه وقد اصاب القهستاني في القول باستحبابه

(حاشیہ جلالین ص۳۵۷)

ناچیز کہتا ہے کہ علماء نے عمل کے متعلق مسائل میں ضعیف حدیث سے استدلال جائز رکھا ہے۔ اس لئے مذکورہ حدیث کے غیر مرفوع ہونے سے اس کے مفہوم کا ناقابل عمل ہونا ضروری نہیں۔ قہستانی کا اس عمل کو مستحب بتانا بالکل درست ہے:-

قہستانی نے مستحب بتایا، صاحب حاشیہ جلالین نے تائید کی، اور قدیری صاحب نے مزید ترقی کر کے شعار اہل سنت قرار دیدیا یا کم از کم سنت ماننے پر زور دیا، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"اذاں میں جب موذن نام لے گا شاہ طیبہ کا
ہمیں بوبکر کی وہ پیاری سنت یاد آئے گی"

(قبائل انتخاب ص۱۶)

قہستانی نے ایک بات بے ثبوت کہی تھی، طحطاوی نے مسند الفردوس کے حوالہ سے ایک دلیل فراہم کی، لیکن ان کے خیال میں بھی وہ ثبوت ضعیف تھا، اس لئے کہنا پڑا کہ ایسی احادیث پر فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ محشی جلالین نے بھی ضعیف تسلیم کیا، بلکہ ضعیف کے ساتھ غیر مرفوع بھی مانا، مگر اس کے باوجود مستحب قرار دیا۔ قدیری صاحب، طحطاوی اور محشی جلالین کی باتوں کو اعلیحضرت بریلوی کے اصول کے خلاف سمجھنے کے باوجود سنت منوانا چاہتے ہیں لیکن انہیں اس کا علم نہیں ہے کہ سنت ماننے کے بعد ان کے اعلیحضرت بریلوی کس قدر مجروح ہوں گے۔ قدیری صاحب تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیر علمائے دیوبند پر پھینک رہا ہوں مگر ان کی بدقسمتی سے گھائل اعلیحضرت ہو رہے ہیں۔

گھائل تری نگاہ کا بہ نوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندہ درگاہ ہی نہیں

طحطاوی اور محشی جلالین کی غفلت پر تو تبصرہ آگے آرہا ہے۔ اس جگہ قدیری صاحب کو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ سنت ثابت کرنے کے لئے کس پایہ کی دلیل چاہیئے۔

آپ کے اعلیٰحضرت فرماتے ہیں:۔

"ولذا افاد المحقق فی الفتح و تلمیذہ فی الحلیۃ ان الاستنان لا یثبت بالحدیث الضعیف"	اسی وجہ سے علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد نے حلیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ کسی چیز کا سنت ہونا حدیث ضعیف سے
(فتاوی رضویہ جلد اول ص۱۱)	

ثابت نہیں ہو سکتا۔

ناظرین نے محسوس کیا ہوگا کہ اس جگہ قدیری صاحب اپنی جہالت میں کس درجہ آگے بڑھ گئے ہیں۔ رہی طحطاوی اور محشی جلالین کی تائید تو اس سلسلہ میں آنے والی تفصیلی بحث کے بعد کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے، تاہم ان باتوں کا ذہن میں محفوظ کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ تائید کرنے والوں میں سے ہر ایک نے بالاشتراک اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہے، حالانکہ یہ روایت سرے سے من گڑھت اور موضوع ہے جو کسی طرح قابل استدلال نہیں ہو سکتی، اس کی مزید بحث آگے آرہی ہے۔

۲۔ علماء نے ضعیف حدیث کو اگر مشروط طریقہ پر قبول کیا بھی ہے تو صرف عملیات میں، اور انگوٹھا چومنے کا مسئلہ رضاخانی جماعت نے اہلسنت کا ایک شعار اور عقائد اہل سنت کی علامت قرار دے لیا ہے، جس کے بعد یہ سمجھانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ مسئلہ کی اہمیت نے عملیات سے نکل کر

اعتقادیات کی پوزیشن اختیار کر لی ہے۔

۳۔ صاحب حاشیہ جلالین نے شرح قہستانی کی تائید اس بنیاد پر کی ہے کہ نہ وہ قہستانی کی حقیقت سے واقف ہیں اور نہ ان روایات کا من گڑھت ہونا انہیں معلوم ہو سکا ہے، وہ ضعیف ہی سمجھتے رہے، حالانکہ بات ایسی نہیں تھی، لہٰذا شرح یمانی کی صراحت کے سامنے قہستانی کی تائید سے کوئی فائدہ نہیں۔ ان سطور کے مطالعہ کے بعد قدیری صاحب کی خالص سینہ زوری بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ فرماتے ہیں:

"ہر مسلمان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ میں نے جن احادیث طیبہ کو شروع میں لکھا ہے، انہیں احادیث شریفہ کے حوالہ سے یہ عظیم المرتبت فقہائے کرام رضی اللہ عنہم مسائل بیان فرما رہے ہیں۔ یہاں یہ بات بالکل دلنشیں ہو جاتی ہے کہ ان فقہائے کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ احادیث احادیث ہیں، اور قابل احترام واکرام اور لائق عزت وعظمت اور حامل رفعت ومنزلت ہیں اور منافقین ومخالفین کا یہ کہہ کر کہ حدیث ضعیف ہے مسلمانوں کے دلوں سے احادیث کریمہ کی عظمت نکالنا ہے۔ یہ ان کے منافق ہونے کی روشن دلیل ہے اور واضح ثبوت ہے کیونکہ کوئی مسلمان ومومن بہرحال حدیث پاک کی تحقیر وتوہین نہیں کر سکتا، اگر ایسا

کرسکتا ہے تو وہ منافق ہی کرسکتا ہے ۔"

(قبائل انتخاب صفحہ ۲۷ و صفحہ ۲۸)

قدیری صاحب شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس جگہ انہوں نے علمائے دیوبند کو منافقین اور مخالفین یا احادیث کی توہین کرنے والوں کی صف میں داخل کر دیا ہے، حالانکہ بات ایسی نہیں ہے۔ درحقیقت اس جگہ قدیری صاحب نے ان تمام فقہائے کرام کو گالیاں دی ہیں جن کو وہ خود بھی عظیم المرتبت فقہا کے نام سے پیش کر چکے ہیں۔ بلکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی قدیری صاحب کی گالیوں کی زد سے نہیں بچ سکے ہیں۔ کیونکہ خاں صاحب بھی ان حدیثوں کو ضعیف فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو "ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال"، لکھتے ہیں:" ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے۔"

پس زیر بحث مسئلہ میں ظاہری اختلاف رکھنے کے باوجود اس حدیث کو ضعیف بتانے والوں میں محشی جلالین، طحطاوی، علامہ ابن عابدین شامی، اور مولوی احمد رضا خاں صاحب وغیرہ بھی شامل ہیں، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا ناظرین ایک مرتبہ پھر گذشتہ حوالوں پر نگاہ ڈال کر یہ فیصلہ فرمائیں کہ جب قدیری صاحب کے نزدیک محشی جلالین طحطاوی اور علامہ شامی، خاں صاحب بریلوی وغیرہ حدیث مذکور کو

ضعیف کہنے کی وجہ سے منافقین اور مخالفین بلکہ احادیث کی توہین کرنے والوں میں شامل ہو گئے تو انہیں کے حوالہ سے اپنی بات ثابت کرنے والے قدیری صاحب کیا ہوئے۔

بنا بریں قدیری صاحب کی خالص جہالت اور کھلی ہوئی سینہ زوری کا اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اذان میں انگوٹھے کا چومنا صرف منافقین و مخالفین اور رضاخانی مولویوں کے نزدیک ہی سنت یا مستحب ہے جن کے دل سے احادیث کی عظمت نکل چکی ہے اور جو حدیثوں کی توہین و انکار کے درپے ہو گئے ہیں۔ قدیری صاحب نے "انگوٹھا چومنا فقہ کی روشنی میں"، کے عنوان کے ذیل میں جو بحث چھیڑی تھی، اس پر تبصرہ اب ختم کیا جاتا ہے۔ اور قدیری صاحب کی پیش کردہ احادیث پر تفصیلی گفتگو شروع کی جاتی ہے۔ احادیث کی بحث قبائل انتخاب صفحہ ۱۱ سے قدیری صاحب یہ کہتے ہوئے شروع فرماتے ہیں۔

(ناظرین محترم پہلے وہ احادیث کریمہ پیش کرتا ہوں جن میں دنیاوی فوائد مذکور ہیں)

قدیری صاحب کی نام نہاد حدیثیں

احادیث کے معاملہ میں زیادہ تر علامہ سخاوی کی مقاصد حسنہ سے قدیری صاحب نے کام لیا ہے۔ مقاصد حسنہ سے کل چھ روایتیں نقل کی ہیں۔

جن میں چار روایتوں کو قدیری صاحب نے مقاصد حسنہ کے ذیل میں شمار کیا ہے اور دو روایتوں کو تجربات و مشاہدات کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ترتیب قائم نہیں رہ پائی ہے، جو مقاصد حسنہ کے اندر علامہ سخاوی نے قائم کی تھی۔ گفتگو کو مختصر کرنے کے لئے اور یکجائی تبصرہ کرنے کے خیال سے میں نے قدیری صاحب کی ترتیب کے بجائے علامہ سخاوی کی ترتیب سے ہی کام لیا ہے، اس کے ذریعہ ناظرین کو یہ دیکھنے کا موقع بھی مل جائیگا کہ جناب قدیری صاحب نے مقاصد حسنہ کی روایتیں نقل کرتے وقت کس بد دیانتی اور فریب سے کام لیا ہے۔ مقاصد حسنہ کی پہلی حدیث یہ ہے:

پہلی روایت اور مسند الفردوس کا حال[1]

۱۔ ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ انہ سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یصح۔ (المقاصد الحسنہ ص ۳۸۴)

[1] یہ روایت تفضیل الابہامین ص ۱۱ پر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی درج کی ہے۔

قدیری صاحب نے اس روایت کو قبائل انتخاب ص ۱۵ پر درج کیا ہے لیکن آخری جملہ جس کے ذریعہ علامہ سخاوی نے روایت کی حقیقت واضح کی ہے ولا یصح اس کو قدیری صاحب نے نقل نہیں فرمایا۔ روایت کا ترجمہ قدیری صاحب کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"بیان کیا ہے دیلمی نے کتاب مسند الفردوس میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے، بیشک سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے، جب موذن کا قول اشھد ان محمدا رسول اللہ سنا تو یہ دعا:۔ (رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا) پڑھی، اور شہادت کی انگلیوں کے پوروے باطنی جانب سے چومے اور اپنی آنکھوں پر ملے تو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ایسا کیا جیسا کہ میرے دوست صدیق اکبر نے کیا تو شخص کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔" (قبائل انتخاب ص ۱۵، ۱۶)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح ایک موقع پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایں روایت در مسند الفردوس دیلمی واقع است وآں کتاب مخصوص برائے جمع احادیث ضعیفہ واہیہ است۔"

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۹۲)

یعنی یہ روایت مسند الفردوس میں ہے جو کتاب کہ بیکار قسم کی ضعیف روایتوں کے ہی جمع کرنے کے لئے خاص ہے۔

اور گذر چکا کہ علامہ سخاوی نے اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد مقاصد حسنہ میں "لا یصح" یعنی یہ روایت درست نہیں فرما دیا ہے، لیکن قدیری صاحب تو عوام کو دھوکا دینا چاہتے تھے وہ اس بات کو اگر چھوڑ نہ دیتے تو کون ان کے دھوکے میں آتا، دوسری روایت جو اس کے بعد مقاصد حسنہ میں لکھی ہوئی ہے۔ اس کے پہلے یہ عبارت علامہ سخاوی نے تحریر کی ہے جسے قدیری صاحب نے روایت نقل کرتے وقت نظر انداز کر دیا ہے۔

وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ ـ بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام" (المقاصد الحسنہ ص ۳۸۴، مصری مطبوعہ سنہ ۱۹۵۶)

"مذکورہ پہلی روایت ہی کی طرح وہ روایت بھی درست نہیں ہے جو صوفی ابو العباس احمد بن ابی بکر یمانی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرہ میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں غیر معلوم قسم کے لوگ ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سند منقطع بھی ہے"

درمیان کی یہ عبارت قدیری صاحب کو نظر نہ آسکی جس سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ کا مقصد محض فریب دینا ہے۔ اس لئے تنقیدی عبارت کو دیدہ و دانستہ چھوڑ کر صرف روایت اس طرح نقل فرماتے ہیں:۔

۲۔ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قبل ابہامیہ و یجعلہما علی عینیہ لم یرمد ابدا" (قبائل انتخاب ص۷ از مقاصد حسنہ ص۳۸۴)

سیدنا حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے۔ بیشک انہوں نے فرمایا کہ جب مؤذن سے سنے وہ کہہ رہا ہے اشہد ان محمدا رسول اللہ تو مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے، پھر چومے اپنے دونوں انگوٹھوں کو اور رکھے دونوں انگوٹھوں کو اپنی دونوں آنکھوں پر، کبھی آنکھیں نہ دکھیں"

علامہ سخاوی کے حوالہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ روایت درست نہیں۔ مزید براں اس حدیث میں ایک اختلاف یہ بھی پایا جا رہا ہے کہ مؤذن سے کلمہ شہادت سننے کے وقت جو وظیفہ یا دعا اب تک نقل کی گئی تھی، اس کے برخلاف اس روایت میں دوسرے قسم کے دعائیہ الفاظ منقول ہیں۔ اسی طرف متوجہ کرنے کے لئے میں نے قدیری صاحب کی عبارت میں دعائیہ الفاظ کو زیر خط کر دیا ہے۔ مقاصد حسنہ میں اس کے بعد یہ واقعہ موجود ہے جس کو تجربات کے ذیل میں قدیری صاحب نے قبائل انتخاب ص۲ پر اس طرح نقل

فرمایا ہے :-

۳- عن اخ الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ھبت ریح فوقعت من حصاۃ فی عینیہ واعیاہ خروجھا آلمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ذالک فخرجت الحصاۃ من فورہ قال الرداد رحمہ اللہ تعالیٰ وھذا الیسیر فی جنب فضائل الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مقاصد حسنہ صـ۳۸۴)

فقیہ محمد بن البابا رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی سے روایت ہے کہ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہوا چلی، ایک کنکری ان کی آنکھ میں گر پڑی، نکالتے نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی، نہایت سخت درد پہنچایا، جب انہوں نے موذن کو سنا کہ وہ کہہ رہا ہے" اشہد ان محمدا رسول اللہ"، تو انہوں نے یہی دعا پڑھی، فوراً کنکری آنکھ سے نکل گئی۔ حضرت رداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے بارے میں اتنی بات کیا چیز ہے،، (قبائل انتخاب)

بات بالکل درست ہے کہ آپ کے دوسرے ثابت شدہ کمالات کے لحاظ سے ایسا ہو بھی جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ انکار کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ یہ آپ کی ذات کے لیے کوئی محال امر ہے۔ انکار تو اس بنیاد پر ہے کہ اس کا

ثبوت درست نہیں۔ شیخ احمد رداد بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ حضور ؐ کے فضائل اس سے بھی اعلیٰ وارفع ہیں، جن کے نسبت سے یہ کوئی اہم بات نہیں ہے، بنابریں اہم یا غیر اہم ہونے کی وجہ سے انکار تو ہو ہی نہیں سکتا۔ انکار اگر ہے تو ثبوت کے لحاظ سے دیگر فضائل کے مقابلہ میں معمولی ہی سہی، لیکن بے ثبوت ہونے کی وجہ سے بدعت قبیحہ ہے۔

مقاصد حسنہ سے اس واقعہ کو نقل کرتے وقت شاید قدیری صاحب نے قسم کھائی تھی کہ مکر و فریب کے گذشتہ تمام ریکارڈ توڑے بغیر نہیں رہوں گا۔ اور کتمان حق کے جتنے نمونے رضاخانی جماعت نے اب تک پیش کئے ہیں۔ ان میں اپنی جہالت و خباثت کے ایک شاہکار کا اضافہ ضرور کردوں گا، تاکہ اپنے پیشروؤں سے پیچھے نہ رہ جاؤں ؎

ہم پیروئ قیس نہ فرہاد کریں گے
کچھ طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

قدیری صاحب نے اپنی فریب کی حسین عمارت کی تعمیر میں حق و دیانت کا جس طرح خون کیا ہے۔ شاید ان کا دل بھی ان کو ملامت کر رہا ہوگا، لیکن کیا کرتے بیچارے، پیر گندم نما جو فروش کی حمایت کا عہد کر چکے تھے اور حق پوشی و باطل کوشی کی جماعتی تحریک سے مجبور تھے اس لئے بدعت کو سنت کا [illegible]نا ان کے لئے ضروری تھا۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے ساغر و مینا کہے بغیر

اس واقعہ کا بے ثبوت اور بے بنیاد ہونا قدیری صاحب کو بھی معلوم تھا، لیکن اپنی اعادت سے مجبور تھے۔ قدیری صاحب نے جہاں سے یہ واقعہ نقل کیا ہے، اسی جگہ اس کے پہلے یہ عبارت علامہ سخاوی کی موجود ہے، مگر قدیری صاحب کو نظر نہیں آئی۔

ثم سردی لبسند فیه من لا اعرفه عن اخی الفقیه محمد بن البابا (المقاصد الحسنة ص ۳۶۴ مصری)

شیخ احمد زاد نے پھر میرے بھائی فقیہ محمد بن البابا سے روایت کی ہے جس میں ایسے لوگ ہیں جنہیں میں نہیں جانتا ہوں۔

علامہ سخاوی نے خود اس واقعہ پر عدم اعتماد کا اظہار فرما دیا ہے جس کے بعد اس واقعہ کی حقیقت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں رہ جاتی، اس خیانت کے علاوہ قدیری صاحب نے مقاصد حسنہ کی عبارت بھی غلط نقل فرمائی ہے۔ سخاوی میں اخی الفقیہ کا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ صاحب واقعہ سخاوی کے نزدیک محمد بن البابا ہیں جو سخاوی کی عبارت میں ان کے دینی بھائی ہیں اور قدیری صاحب نے اخ الفقیہ لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ صاحب واقعہ کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا ہے اور وہ سخاوی کے دینی بھائی نہیں

بلکہ محمد بن البابا کے حقیقی بھائی ہیں جن کا نام غیر معلوم ہے۔

اب قدیری صاحب کی نقل اگر درست تسلیم کر لی جائے تو سرے سے واقعہ ہی فرضی اور غیر معلوم شخص کا ہو جاتا ہے، اور اگر قدیری صاحب کی نقل ہی غلط کہی جائے تو لازم یہ آئے گا کہ قدیری صاحب نے مقاصد حسنہ کی عبارت بہ چشم خود دیکھی ہی نہیں تھی، قدیری صاحب کے تحریر کردہ واقعات میں سے ذیل کا واقعہ المقاصد الحسنہ میں چوتھے نمبر پر شمار ہوگا، وہ واقعہ یہ ہے:-

۴- قال ابن صالح وانا ولله الحمد والشکر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عینی وارجوا ان عافیتهما تدوم وانی اسلم من العمی انشاء الله تعالیٰ۔ (المقاصد الحسنة ص ۳۶۴ قبائل انتخاب ص ۲)

حضرت ابن صالح مدنی رح نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہی حمد و شکر جب سے میں نے اس عمل کے بارے میں دو بزرگوں سے سنا ہیں نے اس پر عمل کیا تب سے میری آنکھیں نہ دکھیں، اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں اندھا ہونے سے محفوظ رہوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس واقعہ کے خلاف قدیری صاحب کی ذات گرامی خود موجود ہے۔ کیونکہ قدیری صاحب نے نہ جانے کتنے بزرگوں سے سنا اور یہ عمل بھی کیا۔ اس کے باوجود ایسے اندھے ہوئے کہ حوالے میں قریب کی بہت سی عبارت ہی نظر نہ آسکی جس کے نمونے گذشتہ صفحات میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ اور آئندہ بھی

آنے والے ہیں۔ مذکورہ واقعہ کے بعد یہ روایت المقاصد الحسنہ میں لکھی گئی ہے جس کو قدیری صاحب نے قبائل انتخاب صـ۱۲ پر درج کیا ہے:

۵۔ عن الحسن علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد۔"
(المقاصد الحسنہ صـ ۳۸۵)

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بیشک انہوں نے فرمایا کہ جب موذن سے سنے کہ وہ کہہ رہا ہے اشہد ان محمدا رسول اللہ تو مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر چومے اپنے دونوں آنگوٹھوں کو اور رکھے اپنی دونوں آنکھوں پر، نہ اندھا ہو اور نہ آنکھیں دکھیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رد تحفۂ اثنا عشریہ صـ ۲۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

"اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ، وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش بآن نمی نہند۔"

اہل سنت کے نزدیک حدیث قابل اعتبار اسی وقت ہوگا جب

باسند محدثین کی کتابوں میں پائی جائے، اور اس پر درست ہونے کا حکم بھی لگایا گیا ہو، اور بے سند حدیث اہل سنت کے یہاں بے نکیل کا اونٹ ہے، جس پر یہ لوگ کوئی دھیان نہیں دیتے۔

قدیری صاحب کو چاہئے تھا کہ روایتوں کی سند بھی تحریر فرما دیتے اور راویوں کی اسماء الرجال سے توثیق بھی نقل کر دیتے تاکہ ان روایتوں کے قبول کرنے میں کوئی دشواری نہ پیدا ہوتی، لیکن بات یہ ہے کہ قدیری صاحب کو معلوم تھا کہ یہ تمام روایتیں مجہول اور غیر معلوم قسم کے لوگوں نے روایت کی ہیں، اس کے علاوہ یہ روایتیں ثقہ کی نقل کے بھی بالکل خلاف ہیں۔ اس لئے میں نے اگر ان من گھڑت روایتوں کی سند نقل کر دی تو پھر میرا دجل و فریب بری طرح کھل جائیگا۔ اور بڑی رسوائی ہوگی، ان وجوہ کے پیش نظر قدیری صاحب نے تمام روایتوں کو بے سند نقل کرنے میں ہی عافیت سمجھی، اس لئے میرا یقین ہے کہ قدیری صاحب کو بھی یہ معلوم تھا کہ وہ جن روایتوں کو احادیث رسول کا درجہ دینے چلے ہیں اور ناواقفوں سے جن روایتوں کو قول صحابی یا فعل رسول وغیرہ منوانا چاہتے ہیں وہ سب کی سب من گھڑت اور بناوٹی ہیں۔

ہمہ کارم ز خودکامی بہ بدنامی رسید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

مذکورہ بالا روایات کے بعد آخر میں علامہ سخاوی مندرجہ ذیل روایت تحریر فرماتے ہیں، جس کو قدیری صاحب نے قبائل انتخاب ص۱۲ پر نقل کیا ہے:۔

۶ - وقال الطاؤسی انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشہادۃ ظفری ابہامیہ ومسحہما علی عینیہ وقال عند المس اللہم احفظ حدقتی ونورھا ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما لم یعم۔ (المقاصد الحسنہ ص۳۸۵)	حضرت طاؤسی فرماتے ہیں انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے حدیث سنی کہ جو شخص موذن سے کلمۂ شہادت سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دعا پڑھے اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما اندھا نہ ہو۔ (قبائل انتخاب ص۱۲)

یہ سب گزشتہ روایتیں محدثین اور علماء اہل سنت کی نگاہ میں حدیث کہنے کے لائق ہیں بھی یا نہیں۔ یہ بحث تو آگے آرہی ہے۔ اس جگہ غور طلب بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت میں گزشتہ تمام دعائیہ الفاظ سے الگ بالکل نئے قسم کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ جملہ روایات کے دعائیہ کلمات سے اختلاف کو دور کرنا قدیری صاحب کی ذمہ داری تھی جس سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکے،

اور اگر تمام کلمات کو جمع کر کے پڑھنا ضروری تھا یا ایک ہی طریقہ قابل ترجیح تھا تو اسے بھی تحریر کرنا ضروری تھا، اس کے ماسوا اس روایت میں دونوں شہادت کی اس طرح نہ تفصیل ہے اور نہ ہی علیحدہ علیحدہ وہ دعائیں ہیں جو قدیری صاحب کی جماعت کے زیر عمل ہیں، یا جن کو ان کے فقہائے کرام نے پہلے تحریر فرمایا ہے۔ ان گذارشات کے علاوہ اس حوالہ میں بھی قدیری صاحب نے اپنی عادت کے مطابق نہایت افسوسناک قسم کی خیانت کا مظاہرہ کیا ہے ان روایات کو مقاصد حسنہ کے حوالے سے اس انداز میں نقل فرمایا ہے کہ ناظرین ان تمام روایتوں کو بلا کسی تذبذب کے فرمان رسول اور حدیث نبوی تسلیم کر لیں حالانکہ ان روایات و واقعات کو ذکر کرنے کے بعد علامہ سخاوی نے اسی مقاصد حسنہ میں اور اسی جگہ پر اس حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے کہ یہ باتیں درست نہیں ہیں:۔

"ولا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئی (المقاصد حسنہ ص۳۸۵)	حدیث مرفوع کے ذریعہ ان باتوں میں سے کچھ بھی ثابت نہیں"۔

لا یصح فی المرفوع کا مطلب کیا ہے

یہ بات بھی یہاں سمجھ لینی چاہئے کہ قدیری کی جماعت کے بعض لوگ مثلاً مفتی احمد یار خاں صاحب نے علامہ سخاوی کی مذکورہ عبارت سے یہ مطلب نکالنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ علامہ سخاوی کے نزدیک یہ بات حدیث مرفوع

سے نہیں ثابت ہے بلکہ حدیث موقوف سے ثابت ہے۔ اسی طرح کا وہم ملا علی قاری کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ مطلب نکالنا سراسر محدثین کے طرز کلام اور ان کی اصطلاح سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو علامہ سخاوی مذکورہ عبارت کے ساتھ یہ بھی فرماتے کہ لیکن یہ بات حدیث موقوف سے ثابت ہے۔ لہذا علامہ سخاوی یا دوسرے محدثین نے اس طرح کی عبارت جو تحریر فرمائی ہے اس سے ان کا مطلب صرف مرفوع کی نفی کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب اس بات کا مطلق انکار اور اس کی مرفوع و موقوف دونوں روایتوں کی نفی مقصود ہے۔ یہی بات صحیح ہے۔ المقاصد الحسنہ کی جدید اشاعت سنہ ۱۹۵۶ء میں مصر سے کی گئی ہے، اس پر جامعہ ازہر کے ایک استاذ حدیث عبداللہ بن محمد صدیق الغماری کی تعلیق ہے جس میں علامہ سخاوی کے لا یصح پر یہ تصریح موجود ہے جس کے بعد یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ یہ جملہ روایتیں ہی سرے سے من گھڑت اور باطل ہیں۔

" وحکی الحطاب فی شرح مختصرۃ خلیل حکایۃ اخری غیر ماھنا وتوسع فی ذالک ولا یصح شئی من ھذا فی المرفوع کما قال المولف بل کلہ مختلق موضوع "۔

حطاب نے شرح مختصرہ خلیل میں دوسری حکایت نقل کی ہے جو اس جگہ نقل کی گئی حکایتوں کے علاوہ ہے اور انہوں نے اس معاملہ میں نرم روی اختیار کی ہے، حالانکہ

(تعلیق المقاصد الحسنۃ ص۳۸۵ از عبد اللہ محمد صدیق الغماری)

ان میں سے کچھ بھی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، جیسا کہ مؤلف (یعنی علامہ سخاوی) نے فرمایا ہے بلکہ یہ ساری باتیں ہی من گھڑت اور جعلی ہیں۔

اس تصریح کے بعد ملا قاری کا وہم ہو یا مولوی احمد یار خاں صاحب کی رائے زنی، سب بے بنیاد اور دور از کار ثابت ہو جاتی ہیں جس کیلئے کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ علاوہ بریں جس طرح حدیث مرفوع سے ان باتوں کا انکار محدثین نے فرمایا ہے، اسی طرح اس سلسلہ کی موقوف روایت کا انکار بھی پوری صراحت سے تحریر فرمایا ہے جس کے بعد بھی اس تاویل و توجیہ کے لئے ضد کرنا سراسر ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس جگہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لا یصح کا یہ مطلب نکالنا کہ حدیث صحیح تو نہیں مگر حسن ہے۔ اصطلاح حدیث اور علم حدیث سے جہالت کی نمائش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ محدثین جب لا یصح فرماتے ہیں تو روایت کی صحت کا مطلق اور کلی طور پر انکار ہی ان کا مطلب ہوتا ہے، ورنہ لا یصح کے ساتھ لکن حسن یا بل ہو حسن وغیرہ جیسے الفاظ کا اضافہ ضرور فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ والی وہ روایت جس میں رضیت باللہ ربا والی دعا کا تذکرہ ہے اور جسے طحطاوی کے حوالہ سے تقدیری صاحب نے اوپر

نقل کیا ہے، اس کے متعلق محقق بے نظیر ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ذکر الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق ان النبی علیہ السلام قال من فعل ذالک فقد حلت علیہ شفاعتی قال السخاوی لا یصح (الموضوعات الکبیر مطبوعہ کراچی ص۱۰۸)

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ عمل کرے گا، اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہوگی۔ علامہ سخاوی نے فرمایا ہے کہ یہ روایت درست نہیں ہے۔

مزید ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:۔

واوردہ الشیخ احمد الرداد فی کتابہ موجبات الرحمۃ بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام

شیخ احمد رداد نے یہی روایت اپنی کتاب موجبات الرحمۃ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ذکر کیا ہے، لیکن اس کی سند میں انقطاع کے علاوہ بہت سے مجہول لوگ ہیں۔

اس جگہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ روایت

مذکور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو یا حضرت خضر علیہ السلام کی طرف، سرے سے بے بنیاد اور غلط ہے، یہ نہیں کہ صحیح غیر ثابت ہے اور حسن ثابت ہے، کیونکہ انقطاع اور روایت میں غیر معلوم قسم کے راویوں کے ہوتے ہوئے روایت کے حسن ہونے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ اس سے بھی واضح ترین عبارت اس کے آگے ملا علی قاری نے تحریر فرمائی ہے، جس کے بعد اس تاویل کا معاملہ صاف ہی ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وکل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ" (الموضوعات الکبیر ص۱۰۸)

اس معاملہ کے ثبوت میں جتنی روایتیں پیش کی جاتی ہیں ان میں سے ایک کا بھی فرمان رسول ہونا کسی طرح درست نہیں ہے۔

یہ قدیری صاحب جیسے ہی مولویوں کا کام ہے کہ کسی من گھڑت اور غلط بات کو دیدہ و دانستہ فرمان رسول اور حدیث نبوی کے نام سے ظاہر کیا کریں تاکہ بے علم لوگ اس بات پر عمل کرنے اور ایمان لانے میں کسی طرح کا شبہ نہ کرنے پائیں، علمائے دیوبند نہ اس کے لئے رضامند ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی غیرت ایمانی اس حرکت کو قبول کر سکتی ہے، وہ فریب کاروں کی جعلی باتوں کو ارشاد رسول ﷺ کا درجہ نہیں دے سکتے، ہاں اگر فی الواقع کوئی چیز ارشاد رسول اور حدیث نبوی سے ثابت ہو تو اس پر سو جان سے قربان ہونے کے لئے

علمائے دیوبند ہمہ وقت تیار ہیں۔

اگر اس عمل کا کسی صحابی کے قول یا عمل سے ثبوت ہو جاتا تب بھی اس کے قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا، لیکن آج تک یہ بات بھی صحیح طریقہ پر ثابت نہ ہو سکی، بلکہ اس کے برخلاف محدثین کی کھلی تصریح آگے آ رہی ہے کہ یہ بات نہ کسی صحابی کے قول و فعل سے ثابت ہو سکی ہے اور نہ ارشادِ رسول سے، یہی چیز ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی سمجھا رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"اذا ثبت رفعه علی الصدیق فیکفی العمل" (الموضوعات الکبیر ص ۱۰۱)

اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی اس کا ثبوت ہو جائے تو عمل کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔

علمائے دیوبند کا اس میں کیا قصور ہے کہ محدثین موقوف و مرفوع تمام روایتوں کو ہی اس مسئلہ میں من گھڑت اور جعلی ٹھہرا رہے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی کی طرف بھی قولی یا عملی جو روایتیں اس معاملہ میں منسوب کی جاتی ہیں، سب کو جھوٹ، غلط، بہتان اور افتراء محض قرار دے رہے ہیں۔ محدثین کی تصریح کے بعد اس روایت کی کیا حقیقت رہ جاتی ہے، جو قبائل انتخاب ص ۱۵ پر قدیری صاحب نے اس طرح نقل کی ہے:۔

"روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابهامیه علی عینیه فانا طالبه فی صفوف القیامة وقائده الی الجنة" (صلوٰۃ مسعودی جلد ۲، ص ۹۲)

روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے کہ بیشک انہوں نے فرمایا جس شخص نے اذان میں میرا نام سنا اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھا میں اس کو تلاش فرماؤں گا قیامت کی صفوں میں اور میں اس کی قیادت فرماؤں گا، جنت کی طرف (قبائل انتخاب ص ۱۵)

اسی طرح قبائل انتخاب ص ۱۳ پر یہ روایت قدیری صاحب نے قوۃ القلوب سے بحوالہ حاشیہ جلالین نقل فرمایا ہے جس کے جعلی ہونے میں محدثین کی تصریحات کی روشنی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے، فرماتے ہیں:۔

"و حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی المکی رفع اللہ درجتہ در قوۃ القلوب روایت کردہ از ابن عیینہ کہ حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بمسجد درآمد و ابوبکر

اور حضرت شیخ امام ابوطالب محمد بن علی مکی بلند کرے اللہ تعالیٰ ان کے رتبے کو کتاب قوت القلوب میں سیدنا حضرت ابن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رضی اللہ عنہ ظفر ابہامین چشم خود
را مسح کرد و گفت قرۃ عینی بک
یارسول اللہ و چوں بلال رضی اللہ
عنہ از اذان فراغت روئے نمود
حضرت رسول اللہ فرمود کہ ابابکر
ہر کہ بگوید آنچہ تو گفتی از روئے
شوق بلقائے من و بکند آنچہ تو
کردی خدائے درگذارد گناہاں
ویرا آنچہ باشد نو و کہنہ خطأً و عمداً
و آشکارا در مضمرات بریں وجہ
نقل کردہ و قال علیہ السلام
من سمع اسمی فی الاذان فقبل
ظفری ابہامیہ ومسح علی
عینیہ لم یعم ابداً"
(تعلیقات جدید ہ حاشیہ
جلالین ص۳۵۷)

جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ
وسلم مسجد میں تشریف لائے اور
سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے
ناخنوں سے اپنی آنکھوں کو ملا،
اور کہا قرۃ عینی بک یارسول اللہ
اور جب سیدنا حضرت بلال رضی
اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو کر حاضر
ہوئے تو جناب رحمۃ للعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے
ابوبکر جو شخص وہ کہے جو تو نے کہا
اور جو شخص وہ کرے جو تو نے
کیا شوق اور میری محبت کی وجہ
سے تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دیگا
اس کے گناہ کتنے ہی ہوں، نئے
ہوں کہ پرانے، قصداً ہوں کہ
بھول کر، چھپے ہوں کہ ظاہر ایسے

جامع المضمرات میں نقل کیا ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
ہے کہ جس شخص نے اذان میں میرا نام سنا، پھر اس نے اپنے دونوں
انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما، اور اپنی آنکھوں پر لگایا، کبھی اندھا نہ ہوا"
(قبائل انتخاب ص۱۴۳ و ۱۴۴)

سمجھنے والے سمجھتے ہیں

سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ روایتیں گڑھنے والوں نے اسی
عقیدے کے تحت گڑھی ہیں کہ انگوٹھے چومنے کے بعد تو افترا علی الرسول
کا پوشیدہ اور ظاہر، نیا اور پرانا سب گناہ معاف ہو ہی جائے گا اور اسی
لئے آخرت کے خوف سے بے نیاز ہو کر ان روایات کا من گڑھت اور موضوع
ہونا معلوم ہوتے ہوئے بھی رضا خانی مولوی اس عمل کا ارشاد رسول
سے ثابت اور سنت صحابہ کے مطابق ہونا اپنی تقریروں اور تحریروں میں
بیان کرتے ہیں، چنانچہ گذشتہ روایات کو تحریر کرنے کے بعد تحریری صاحب
فرماتے ہیں:-

"ناظرین محترم چونکہ اور احادیث طیبہ بھی قریب قریب اسی مضمون
کی ہیں، لہٰذا میں ان ہی احادیث کریمہ پر اکتفا کر رہا ہوں"
(قبائل انتخاب ص۱۶)

رضاخانی علماء کی عادت ہے کہ جب ترکش کے تیر ختم ہو جاتے ہیں تو محض رنگ جمانے کے لئے اس قسم کی باتیں کہہ دیا کرتے ہیں۔ علاوہ بریں جتنی روایتیں قدیری صاحب نے پیش کی ہیں اور بفرض محال جو کچھ ان کے دماغ میں باقی رہ گئی ہیں، محدثین فرماتے ہیں کہ سب کی سب اکاذیب خبیثہ اور سراسر جعلی ہیں، وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ انہیں احادیث طیبہ کہا جائے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بہ بانگ دہل فرمارہے ہیں :۔

"انگشت بوسی کی تمام روایتیں جعلی ہیں"

"الاحادیث التی رویت فی تقبیل الانامل وجعلها علی العینین عند سماع اسمه صلی اللہ علیه وسلم عن الموذن فی کلمة الشهادة کلها موضوعات"
(تیسیر المقال از راہ سنت ۔ ۲۶۲ و ص ۳۶۵)

وہ تمام حدیثیں جن میں موذن سے کلمہ شہادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سننے کے وقت انگلیوں کا چومنا اور آنکھوں سے لگانا روایت کیا گیا ہے سب کی سب جعلی (یعنی من گھڑت اور بناوٹی) ہیں

علماء اہل سنت اور محدثین کرام کے نزدیک تو اذان کے وقت

بھی یہ عمل بے ثبوت اور بدعت سیئہ تھا، لیکن اہل بدعت کیسے صبر کرتے انہوں نے چوں چوں بچوں کا شور و غوغا مچانا شروع کر دیا، نہ صرف اذان کے وقت کی قید اڑا دی، بلکہ اس بدعت کے جواز و استحباب کی سند دینے لگے اور پھر ان گنت جھوٹی اور غلط روایتوں کو جمع کرنے لگے۔ حالانکہ علم والے جانتے ہیں کہ نہ یہ روایتیں احادیث ہیں اور نہ یہ عمل ہی جائز ہے۔ چنانچہ علامہ عبد الحئی لکھنوی فرماتے ہیں :۔

"والحق ان تقبیل الظفرین عند سماع الاسم النبوی فی الاقامة وغیرها کلما ذکر اسمه علیه الصلوٰة والسلام مما لم یرد فیه خبر ولا اثر ومن قال به فهو المفتری الاکبر فهو بدعة شنیعة سیئة لا اصل لها فی کتب الشریعة ومن ادعی فعلیه البیان"
(سعایہ جلد اول ص ۴۶)

سچی بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقامت یا اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر سننے کے وقت انگلیوں کے چومنے کے سلسلے میں نہ کوئی حدیث رسول (صحیح طریقہ پر) وارد ہے اور نہ کسی صحابی کا قول یا فعل ہی (صحیح طریقہ پر) مروی ہے، لہذا جو شخص اس عمل کا قائل ہے وہ بہت بڑا بہتان گھڑنے والا ہے، اس لئے یہ عمل بدترین قسم کی بدعت سیئہ ہے، جس کی شرعی کتابوں میں کوئی صحیح بنیاد

نہیں ہے۔

قدیری صاحب اور ان کے ہم مسلک جملہ رضا خانی علماء کو اپنی آنکھوں سے جہالت اور تعصب کی پٹی اتار کر غور کرنا چاہئے کہ انگوٹھا چومنے کی جملہ روایات کو غلط غیر صحیح اور جعلی وموضوع بتانے والے ان علمائے کرام میں ایک بھی دیوبندی نہیں ہے کیونکہ یہ وہ اکابرین امت اور محدثین وفقہاء عظام ہیں جو دیوبند و بریلی کے اختلاف سے پہلے ہی وفات پا چکے ہیں۔

ضعیف حدیثوں سے استدلال کا مسئلہ

انگوٹھا چومنے کی روایتیں بالفرض ضعیف ہوتیں جب بھی ان سے اس مسئلہ میں استدلال جملہ محدثین بلکہ خود اعلیحضرت بریلوی کے تحریر کردہ اصول وقواعد کے بھی خلاف ہے۔

علامہ عبدالحی لکھنوی رح، علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:-

ولکن ینبغی ان یعلم انهم شرطوا فی العمل بالحدیث الضعیف شروطا منها ان لا یعتقد سنیة ذالک الفعل الثابت بالحدیث الضعیف

بل یعتقد الاحتیاط کما صرح به السیوطی فی شرح التقریب وبعض صرح الدملی،، (السعایہ جلد اول ص٢٦٢ مطبوعہ سہیل اکیڈیمی لاہور)

اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی محدثین نے بہت سی شرطیں رکھی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضعیف سے ثابت فعل کو مسنون نہ سمجھے بلکہ صرف احتیاطی عمل خیال کرے اس بات کی صراحت علامہ سیوطی نے شرح تقریب میں اور اسی طرح علامہ دملی نے صراحت کی ہے۔

انگوٹھے چومنے والے رضا خانی حضرات تو اس عمل کو نہ صرف سنت ومستحب بلکہ عقائد اہل سنت کا نشان اور شعار اہل سنت قرار دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے ثبوت کے سلسلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا کرتے ہیں لہذا اب جب کہ اس عمل کو لازم اور عقیدہ کا مسئلہ بنالیا گیا ہے تو ضعیف روایتوں سے بالفرض ثبوت بھی تسلیم کر لیا جائے جب بھی یہ عمل مکروہ ہی ہوگا جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنوی نے آخری اور فیصلہ کن بات محدثین کی طرف سے تحریر فرمادی ہے، چنانچہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد فرماتے ہیں:-

وان التزمه واعتقد کاضروریا یشبه ان یکون مکروها فرب شی مندوب ومباح یکون بالتخصیص والالتزام مکروها کما لا یخفی علی ماهر الفن (سعایہ ج١ ص٢٦٢)

اور اگر ضعیف حدیث سے ثابت شدہ اس عمل کو ضروری خیال کرے تو مکروہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ بہت سی چیزیں اپنی جگہ جائز اور مستحب ہیں لیکن ضروری سمجھنے اور

مخصوص کرنے کی وجہ سے مکروہ ہو جاتی ہیں، چنانچہ یہ بات ماہر فن سے پوشیدہ نہیں ہے۔

قدیری صاحب نے فاضل بریلوی کے اصول سے بھی بغاوت کی ہے

قدیری صاحب نے اگر ان تمام معروضات سے دانستہ یا نادانستہ طور سے صرف نظر بھی کر لیا تھا تو انہیں چاہئے تھا کہ کم از کم اپنے اعلیحضرت پیشوائے جماعت اور بانی مسلک مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تاکیدی ہدایت پر ضرور عمل کرتے، لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قدیری صاحب اس جگہ اعلیحضرت کی بات پر بھی کوئی دھیان نہیں دیتے ہیں۔ اعلیحضرت تو بطور اصول اور قاعدہ کلیہ بار بار اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ جو مسئلہ زندگی کے روزمرہ معاملہ سے تعلق رکھتا ہو جس سے ہر کس و ناکس کو سابقہ ہوتا ہے یعنی جو مسئلہ عام ابتلائی ہو، اس کے ثبوت کے لئے خبر متواتر یا کم از کم حدیث مشہور و مستفیض ضرور ہونا چاہئے اور اس کے بیان سے متون فقہ و کتب فتاویٰ لبریز ہونا چاہئے۔ صرف خبر واحد سے بھی ایسے مسئلہ کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے، چہ جائیکہ کسی عالم یا بزرگ کا قول دلیل پیش کیا جائے۔ چنانچہ اعلیحضرت فرماتے ہیں:۔

وعلمت ان ما کان ھذا شانہ لایقبل فیہ حدیث رد الاحاد (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۳)

تم جان چکے کہ جن مسائل کی نوعیت اس قسم کی (عام ابتلائی) ہو، ان میں خبر احاد بھی قابل قبول نہیں ہوتیں۔

مزید تاکید کے لئے اسی جگہ حاشیہ پر دربارہ بطور قاعدہ کلیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

لایقبل حدیث الاحاد فی موضع عموم البلوی فکیف برائے عالم متاخر (حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۳)

خبر واحد عام ابتلائی مسئلہ میں قبول نہیں کی جاتی ہے تو پھر کسی متاخر عالم کی رائے کس شمار میں ہے۔

پھر اتنے واضح اصول اور تاکیدی ضابطہ کے باوجود اذان جیسے عام ابتلائی مسئلہ میں جہاں صحیح خبر واحد کا گذر نہیں، نہ صرف ضعیف روایات کے ماننے پر قدیری صاحب اصرار فرما رہے ہیں، بلکہ اس سلسلہ کی جملہ روایتوں کے جعلی ہونے کے باوجود ان سے استدلال کرنے پر ضد نہ جانے کیوں فرما رہے ہیں۔ اور حق کی مخالفت کے ساتھ ہی ساتھ اعلیحضرت سے بغاوت کا جرم کیونکر قبول کرنا چاہتے ہیں؟

قدیری صاحب نے تجربات و مشاہدات کے ذیل میں عالم خواب کے واقعہ سے بھی استدلال کرنا چاہا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے:۔

نور الدین خراسانی کا الہامی خواب عقائد اہلسنت کی روشنی میں

نقل عن الشیخ العالم المفسر المحدث
نور الدین الخراسانی قال بعضهم
لقیته وقت الاذان فلما سمع
المؤذن یقول اشهد ان محمدا
رسول اللّٰه قبل ابهامی نفسه
ومسح بالظفرین اجفان عینیه
من الماق الی ناحیة الصدغ
ثم فعل ذالک عند کل تشهد
مرة مرة فسألته عن ذالک
فقال کنت افعله ثم ترکته
فمرضت عینای فرأیته صلی
اللّٰه علیه وسلم مناما فقال لم
ترکت مسح عینیک عند الاذان
ان اردت ان تبرأ عیناک افعل

حضرت شیخ علامہ مفسر و محدث
نور الدین خراسانی سے منقول ہے
انہوں نے فرمایا کہ بعض لوگ ان کو
اذان کے وقت ملے، جب انہوں نے
موذن کو اشہد ان محمد رسول اللہ
کہتے ہوئے سنا تو انہوں نے اپنے
انگوٹھے چومے اور ناخنوں کو اپنی
آنکھوں کی پلکوں پر آنکھوں کے
کونے سے لگایا اور کنپٹی کے کونے
تک پہونچایا، پھر ہر شہادت کے وقت
ایک ایک بار کیا، میں نے ان سے
اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ
میں پہلے انگوٹھے چوما کرتا تھا پھر
چھوڑ دیا پس میری آنکھیں بیمار

فی المسح فاستیقظت ومسحت
فبرأت ولم یعاودنی مرضها الی
الآن۔ (شرح کفایة الطالب
الربانی ص۱۱، قبائل انتخاب ص۲۱)

ہوگئیں، تب میں نے جناب رحمۃ
للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھا کہ جناب رحمۃ للعالمین
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا
کہ تم نے اذان کے وقت انگوٹھے آنکھوں سے لگانا کیوں چھوڑ دیئے ہیں
اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہوجائیں تو پھر انگوٹھے آنکھوں سے
لگانا شروع کردو پھر میں خواب سے بیدار ہوگیا، پھر میں نے انگوٹھے آنکھوں
سے لگانا شروع کر دیئے پھر میں اچھا ہوگیا اور اب تک مجھ کو وہ مرض نہ ہوا۔
(قبائل انتخاب ص۲۱ و ۲۲)

اس واقعہ پر کیا اعتماد کیا جائے کہ نور الدین خراسانی سے بعض لوگ ملے
پھر انہوں نے یہ افسانہ نقل فرمایا، آخر وہ بعض لوگ کون تھے؟ قدیری
صاحب کو ان پر بھی کچھ روشنی ڈالنی چاہیے تھی، کہیں ایسا تو نہیں کہ بعض
لوگ اسی قسم کے ہوں جنہوں نے احادیث کے نام پر من گھڑت روایتیں بنا
لی تھیں اور اس کے فروغ دینے کے فکر میں بزرگوں اور مقبول عوام شخصیتوں
کا سہارا لے کر اس جعلی عمل کو فرضی خوابوں کے ذریعہ تقویت پہونچانا چاہتے تھے
اس کے ماسوا بنیادی طور پر دیوبند و بریلی کا مسلمہ اصول ہے کہ ثبوت کے لئے
قرآن و حدیث اور اجماع یا قیاس ہی پیش کئے جاسکتے ہیں، الف لیلیٰ کے

قصوں، خواب وخیال کی حکایتوں اور افسانوی واقعات سے کسی چیز کا ثبوت نہیں ہوتا، بزرگوں کے کشف وکرامات اور رویاء صادقہ اہل سنت کے نزدیک حق ہیں، لیکن ان کے ذریعہ کوئی حکم شرعی ثابت نہیں کیا جاسکتا، وہ شرعی ثبوت وحجت نہیں ہوسکتے، کیونکہ بزرگوں کے عمل میں محض جسمانی یا روحانی معالجہ کے لئے یا کسی وقتی مصلحت کے لئے بھی بعض چیزیں داخل ہوجاتی ہیں جن کی بنیاد ان کے ذاتی تجربہ یا خواب یا کشف وغیرہ پر ہوتی ہے، جن کے بارے میں اہل سنت کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ ان کیلئے بھی اس پر عمل کی شرعاً گنجائش اسی صورت میں نکل سکتی ہے، جب کہ یہ عمل یا وہ تجربہ اور کشف کسی شرعی اصول کے مخالف نہ ہو، ورنہ خود ان کے لئے بھی اس پر عمل جائز نہ ہوگا۔ چہ جائیکہ دوسرے عام لوگوں کے لئے گنجائش ہوسکے۔

معلوم نہیں قدیری صاحب نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں شرح عقائد میں صاف لکھا ہے:۔

"والالهام المفسر بالقاء معنى في القلب بطريق الفيض ليس من اسباب المعرفة بصحة الشئ عند اهل الحق،،

اور اولیاء کرام کا (خواب یا بیداری میں ہونے والا) الہام یعنی فیضان غیر کے ذریعہ دل میں ڈالی گئی بات اہل سنت وجماعت کے

نزدیک کسی چیز کی صحت کے جانچنے کا ذریعہ نہیں ہوسکتی ہے۔ (شرح عقائد نسفی ص۱۳)

اہل سنت کے نزدیک تو کشف والہام کے ذریعہ کوئی بات ثابت نہیں ہوسکتی، جیسا کہ آپ عقائد اہل سنت کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی کے حوالے سے پڑھ چکے، اس لحاظ سے قدیری صاحب کا مذکورہ طریقہ استدلال جمہور اہل سنت کے مطابق تو ہو نہیں سکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ گمراہ صوفیہ یا شیعہ حضرات کے عقائد کے مطابق قدیری صاحب نے یہ طریقہ استدلال اپنایا ہو، لیکن ایسی صورت میں ضروری تھا کہ وہ اپنے متعلق وضاحت فرما دیتے کہ مجھے اہل سنت سے اتفاق نہیں ہے بلکہ میں شیعوں کے ساتھ ہوں، کشف والہام شیعہ حضرات کے نزدیک حجت بن سکتا ہے۔

"خلافاً لبعض الصوفية والروافض فانه من اسباب العلم عندهم،، (حاشیہ رمضان آفندی برشرح عقائد نسفی)

اس میں (گمراہ) صوفیوں، اور شیعوں کا اختلاف ہے۔ کیونکہ الہام ان لوگوں کے نزدیک علم کے اسباب میں سے ہے۔

اس لئے اب یہ بات محتاج بیان نہیں رہ جاتی ہے کہ قدیری

صاحب نے اہل سنت کے بجائے شیعہ حضرات کا طریقۂ استدلال اختیار فرمایا ہے۔

مسئلہ زیر بحث میں جب کہ محدثین اور فقہاء کی کھلی صراحتیں اس عمل کی کراہت و لغویت کے سلسلہ میں موجود ہیں تو اس کے باوجود کسی کے کشف و کرامت، خواب و خیال یا ارشادی باتوں سے اس عمل کی سنیت یا اس کا استحباب کیونکر ثابت ہو سکتا ہے، علاوہ بریں ان واقعات کو جن بزرگوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے، اور جن لوگوں نے ان سے نقل کیا ہے ان میں زیادہ تعداد غیر معروف اور مجہول ہی قسم کے لوگوں کی ہے، اس لئے ان کی تحقیق حال بھی قدیری صاحب کے ذمہ تھی جس سے انہوں نے کوئی تعرض نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی ہے۔ ممکن ہے اس بات کو انہوں نے ضروری نہ سمجھا ہو لیکن اس جگہ قدیری صاحب نے اپنے بانی مسلک اور پیشوائے جماعت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی بات کیوں فراموش کر دی ہے، اس موقع پر کم از کم انہیں اپنے اعلیٰحضرت کی بات یاد رہنی چاہئے تھی شاید قدیری صاحب میرا مطلب نہ سمجھ پائے ہوں تو یاد دہانی کے لئے اعلیٰحضرت کا فرمان ہی نقل کر رہا ہوں۔

تنبیہ :- علماء میں مشہور ہے کہ اپنے دامن آنچل سے بدن نہ پونچھنا چاہئے، اور اسے بعض سلف سے نقل کرتے ہیں۔

اور ردالمحتار میں فرمایا دامن سے ہاتھ منہ پونچھنا بھول پیدا کرتا ہے۔

اقول :- یہ اہل تجربہ کی ارشادی باتیں ہیں کوئی شرعی ممانعت نہیں، (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۱)

اعلیٰحضرت کے اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ کسی معاملہ میں اہل تجربہ کی ارشادی باتیں، چاہے سلف صالحین ہی سے کیوں نہ نقل کی گئی ہوں وہ نہ شرعی حجت ہیں اور نہ کسی چیز کے ثبوت و ممانعت کے لئے کافی ہو سکتی ہیں، بنا بریں انگوٹھا چومنے کا عمل بطور علاج یا دعا و تعویذ کے عمل کے انداز پر اگر بزرگوں یا اہل تجربہ سے ثابت بھی ہو جائے تو وہ اختلاف سے علیحدہ چیز ہے (دیکھئے مولانا اشرف علی تھانوی رح کی بوادر النوادر ص۴۵ تا ص۴۶) اختلاف تو اس کے شرعی حکم کے ثبوت یعنی استحباب و کراہت اور بدعت و سنت میں ہے جس کا اس قسم کے معالجہ یا تجربہ سے کوئی تعلق نہیں، کسی عمل کو برائے علاج کرنا یا بزرگوں کے کسی عمل کو اپنے اعمال و وظائف میں داخل کرنا اس عمل کے مستحب اور سنت ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ تعجب ہے کہ قدیری صاحب اتنی موٹی بات بھی سمجھنے سے عاجز ہیں مگر انتخاب العلماء بننے اور علماء حق کا مقابلہ کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

شان دیکھو یہ کبریائی کی
بت کریں آرزو خدائی کی

انگشت بوسی کے مسئلہ نے رضاخانی تحریک کو بے نقاب کر دیا ہے

حقیقت یہ ہے کہ اس عمل کے فروغ دینے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ اس کے پھیلانے میں کسی دینی جذبہ اور اشاعت سنت کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہے اور نہ فقہائے کرام کی کسی تحریر سے غلط فہمی کی بنا پر یہ اختلافات رونما ہوا ہے، غلط فہمی کا سوال تو اس وقت ہوتا جب اس کی تائید کرنے والے فقہائے کرام کی تاکیدی قید باقی رکھی جاتی، یعنی اذان ہی کے وقت تک یہ عمل محدود رہتا، مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اذان کے وقت کی کوئی قید اس عمل کیلئے رضاخانی علماء کے یہاں عملاً باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ وہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے ہیں، انگوٹھا چومنے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ اور اسی طریقہ پر ان کے عوام و خواص کا بھی عمل ہے۔ اس لئے غور سے دیکھا جائے اور اعلیحضرت فاضل بریلوی کے گرد و پیش کا مطالعہ کیا جائے، نیز ان کے دور کے سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے حقیقت کی تلاش کی جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

انگریزی سیاست میں فاضل بریلوی کا تعاون

اس عمل کے فروغ دینے اور اس کی اشاعت سے رضاخانی علماء کا مقصد انگریزوں کی نمک خواری کا حق ادا کرنا ہے اور ان مراعات کا بدلہ چکانا ہے جو انگریزی سامراج کی طرف سے انہیں حاصل ہوتی تھیں، مفتی جمیل الرحمن صاحب رحمانی نے ہنگامۂ آزادی میں انگریزوں کی پالیسی کو تقویت پہنچانے والے جن علمائے اہل بدعت کا تعارف کرایا ہے وہ انہیں رضاخانیوں کا گروہ ہے، جیسا کہ ان کی تحریر سے واضح ہے، فرماتے ہیں:-

"اور مفاد پرست علماء، انگریزی سامراج کے اشاروں پر مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے اور اختلاف مسالک کو فروغ دینے میں منہمک تھے، کیونکہ انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں میں مسلک و نظریات کے اعتبار سے اختلاف کی خلیج اتنی وسیع ہو جائے کہ یہ کسی سیاسی و انقلابی مہم میں شیر و شکر ہو کر شانہ بہ شانہ جنگ نہ کر سکیں، اسلئے بدعت پرست رہنماؤں کو حکومت کی جانب سے ہزار ہا مراعات ملتی تھیں، اور ہر موقع پر ان کو غالب رکھنے کی سعی کی جاتی تھی" (حیات فخر الاسلام ص۹۱ و ص۹۲)

چنانچہ حصول آزادی کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ پوشیدہ

تہیں ہے کہ ۱۹۴۲ء کی آزادی کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحد ہو کر
اپنی پالیسی بنائی، نہرو اور گاندھی کے ساتھ علماء دیوبند خصوصاً حضرت شیخ
الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رح، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رح
حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رح وغیرہ نے مسلمانوں کی طرف سے رہنمائی کی
اور انگریزوں کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس طرح ہندو اور مسلمان
دونوں نے انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کیا، اور انگریزی سامراج کے خلاف
کھل کر تقریر و تحریر کے میدان میں آئے، انگریزی حکومت کو غیر اسلامی
اور ایک ظالم حکومت قرار دے کر وطن سے ان کے اقتدار کو ہٹانے کی کوشش
کرتے رہے، لیکن یہ افسوسناک حقیقت آپ کے سامنے اگر نہ رکھی جائے تو
شاید آپ دیوبندی، بریلوی اختلاف کی تہ تک نہیں پہونچ سکتے، لہذا
تاریخ کا یہ رنگین ورق ضرور پڑھئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس اختلاف
کی اصل نوعیت کیا ہے۔

ہنگامۂ آزادی کے دوران مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی
بھی بقید حیات بلکہ ایک متعارف قسم کے مولوی تھے، انہوں نے آزادی کی
سیاست میں کیا حصہ لیا، شاید اس کا جواب رضاخانی علماء صبح قیامت
تک نہ دے سکیں، آزادیٔ وطن اور اس وقت کی سیاست میں مسلمانوں
کی احمد رضا خاں صاحب کوئی رہنمائی تو کیا فرماتے، انہوں نے الٹے انگریزوں

کا ساتھ دینا شروع کیا چنانچہ تاریخ آزادی سے یہ الفاظ مٹائے نہیں جا سکتے

" اور وہ (مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی) خلافت تحریک کے
اور ہر اس تحریک کے جانی دشمن تھے جو انگریزی راج کے خلاف
ہو" (ذکر آزاد ص ۱۲)

شاید ناظرین کو یہ شبہ ہو کہ اس قسم کی باتیں ہر فریق دوسرے کے
متعلق کہا کرتا ہے، کس کو غلط اور کس کو درست مانا جائے۔

اس لئے یہ شبہ دور کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس کی ایک
شکل تو یہ ہے کہ ہنگامۂ آزادی میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کی
سیاست کیا تھی، اس کا مطالبہ خود ان کی جماعت سے کیا جائے، یا تاریخ
آزادی کا مطالعہ کیا جائے، ہمارا یقین ہے کہ ناظرین دو ہی نتیجہ پر پہونچ
سکیں گے۔ یا تو یہ ماننا پڑے کہ ان کی سیاست انگریزوں کی حمایت تھی،
اور یا یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ انہوں نے اس معاملہ میں مسلمانوں کی کوئی
رہنمائی ہی نہیں کی، اس لئے کہ ان کو مسلمانوں کے مفاد سے کوئی دلچسپی
نہیں تھی، وہ تو اپنے شکم پروری کے کام میں مصروف تھے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

دوسری شکل یہ بھی ہے کہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کی

تحریروں سے ان کی سیاست کا سراغ لگایا جائے، لیکن اعلیٰحضرت کا تحریری نظریہ پیش کرنے سے پہلے ناظرین رضاخانیوں کی اس چال کو بھی سامنے رکھیں کہ فاضل بریلوی کی اس تحریر کے باوجود ان کے متعلق رضاخانیوں کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مسلمانوں کی ایک الگ اور ایسی سیاست کے خواہاں تھے جس میں نہ انگریزوں کی حمایت ہو اور نہ ہندوؤں کا ساتھ ہو۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ دعویٰ تو اسی وقت صحیح ہو سکتا تھا جب فاضل بریلوی اس دور میں ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے نکالنے کے حامی بھی ہوتے اور ہندوستان کو انگریزی حکومت میں دارالاسلام نہ کہتے ہوتے لیکن جب فاضل بریلوی نے خود اس دور میں انگریزی ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا، جس کے لئے مستقل ایک کتاب لکھ کر شائع کی تھی، اس کتاب کا نام "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" رکھا ہے، یہ اور بات ہے کہ آج کل رضاخانی جماعت کے لوگ اعلیٰحضرت کے مصنفات کی فہرست مرتب کرتے وقت مصلحتاً اس کتاب کا نام نہیں لکھتے لیکن اس سے اعلیٰحضرت کا اصل فتویٰ چھپایا نہیں جا سکتا، خود فاضل بریلوی کی دوسری کتاب احکام شریعت حصہ دوم ص۹ پر آج بھی یہ فتویٰ دیکھا جا سکتا ہے، چنانچہ اسی انگریزی دورِ حکومت کے ہندوستان کے بارے میں اس وقت آپ یہ فتویٰ دے رہے ہیں:۔

"ہندوستان بفضلہ دارالاسلام ہے" (احکام شریعت حصہ دوم ص۹)

اعلیٰحضرت کی یہ تحریر سنہ ۱۹۲۰ء کی تحریک آزادی کے سلسلہ میں صرف انگریزوں کی سیاسی دوستی اور تعاون کا ایک ثبوت ہے جس کے صلہ میں رضاخانی علماء کو انگریزوں کی طرف سے مراعات حاصل ہوتی تھیں لیکن ان مراعات کے شکریہ میں انگریزوں کی ایک مذہبی پالیسی میں ان علماء اہل بدعت نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے، اس کی دردبھری داستان بھی سن لیجئے:۔

رضاخانیوں نے انگریزوں کا مذہبی تعاون کیا

انگریز چاہتا تھا کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان اپنے مذہب سے جاہل رہیں بلکہ اپنا مذہب تبدیل کر ڈالیں، اس مقصد کے لئے انگریزوں نے بڑی بڑی سازشیں کی ہیں جن کا تفصیلی تذکرہ انگریزوں کی آمد اور ان کے دورِ حکومت کی تاریخ میں پڑھا جا سکتا ہے۔ یہاں مجھے اس تفصیل میں جانا نہیں ہے، انگریزوں کی اس خواہش کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی مسلمان یا تو عیسائی مذہب قبول کر لے، یا کم از کم عقیدے اور نظریات و خیالات کے لحاظ سے عیسائیت کا آئینہ دار ہو جائے، اگرچہ شکل و لباس میں وہ ہندوستانی ہی وضع کا پابند رہے، اس مقصد کے حصول کیلئے انگریزوں نے مراعاتیں دینی شروع کیں اور عیسائیت کے فروغ و پرچار

پر بڑی بڑی رقمیں خرچ کرتے رہے، بائبل کی تعلیم کو دوسرے مذہب میں
پھیلانے کی کوشش کرتے رہے، چنانچہ انگوٹھا چومنے کا مسئلہ بھی بائبل
اور انجیل ہی سے لے کر انگریزوں کا حقِ نمک ادا کرنے کے لئے مسلمانوں میں
پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے اور بلا شبہ اس مسئلہ کو ماضی قریب میں چھیڑنے
اور پھیلانے میں انہیں علماء کا ہاتھ رہا ہے جو عیسائیوں کے آلۂ کار تھے۔
آئندہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جائے گا کہ یہ مسئلہ انجیل ہی سے رضا خانیوں
نے لیا ہے، یہاں انگریزوں کی اس خواہش کا کہ مسلمانوں کو نظریاتی اعتبار
سے عیسائی بنا لیا جائے، ایک ثبوت سن لیجئے:۔

لارڈ میکالے اور اس کی کمیٹی اپنی تعلیمی اغراض و مقاصد اور ان کی
اسکیم کی رپورٹ میں مندرجہ ذیل کلمات تحریر کرتی ہے:۔

"ہمیں ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا
کے درمیان مترجم ہو، اور یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور
رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے الفاظ اور
سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔" (نقشِ حیات جلد ا صفحہ ۱۶ بروشن
مستقبل صفحہ ۱۳۱ از تاریخ التعلیم منجر باسو صفحہ ۵)

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے متوسلین میں ایک بزرگ
کا بیان ہے کہ جب وائسرائے کا دفتر دارجلنگ میں تھا تو تین مشہور علماء

کو گورنمنٹ نے بلایا، ایک تو مشہور مصنف تھے، انگریزی حکومت نے
تینوں کو اپنے کارِ خاص پر لگانا چاہا، مصنف صاحب تو یہ کہہ کر چلے آئے کہ
مجھے عوام سے سابقہ نہیں پڑتا، لکھنے لکھانے میں مصروف رہتا ہوں مجھ سے
حکومت کے کام نہ ہو سکیں گے، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں کمزور
دل کا حال والا آدمی ہوں، حکومت کی باتیں راز رہنی چاہئیں، اگر ظاہر
ہو جائیں تو نقصان ہوگا، یہ بھی چھوٹے، رہ گئے خان مولوی صاحب
ان سے معلوم نہیں حکومت کی رضا جوئی کی کیا کیا باتیں ہوئیں اور حکومت
کے مقصد پورے کرنے کے لئے کیا کیا منصوبے سوچے گئے، بالآخر کچھ ہی
دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ بریلی میں ایک کفر سازی کا کارخانہ کھلا ہے۔
(اعلیٰحضرت کا دین صفحہ ۴۳، ۴۴ نیز فسادی ملّا، از خلیل احمد شاہ بہرائچی)

چنانچہ اس مقصد میں انگریزوں کا ہاتھ بٹاتے ہوئے اعلیٰحضرت نے
انگوٹھا چومنے کا مسئلہ بائبل سے نکالا اور انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے
اس کو مسلمانوں میں رائج کرنے کی مہم چلائی، سوئے اتفاق سے خیر القرون
کے بہت بعد غالباً پانچویں صدی میں یہ بدعت بعض علماء اور صوفیاء کے
یہاں باطل فرقوں کی سازشوں اور ان سے اختلاط کے نتیجہ میں زیرِ عمل
آچکی تھی، بس کیا تھا مواد کے لئے مسلمانوں کی کتابوں میں بھی بعض
عبارتیں اور جعلی روایتیں اس عمل کی تائید کے لئے مل گئیں۔ لہٰذا کم علم

اوراس دور کی سیاسی نیرنگی سے ناواقف لوگوں کو یہ سمجھانا بھی فاضل بریلوی کے لئے آسان تھا کہ یہ مسئلہ پہلے سے مختلف فیہ رہا ہے چونکہ اختلاف ترجیحی قسم کا تھا، اس لئے میں نے بحیثیت محقق اس کے مثبت پہلو کو ترجیح دیدیا یہ ایک علمی اختلاف ہے، غرض اس منافقانہ چال سے اعلیحضرت نے مسلمانوں میں بدنام ہونے سے بھی بزعم خود اپنے آپ کو بچالیا۔ ادھر انگریز بہادر بھی یہ سمجھ کر خوش ہوتے رہے کہ بائبل کی تعلیم عام کرنے اور مسلمانوں میں عیسائیت کو فروغ دینے میں احمد رضا صاحب نے بھرپور تعاون کیا ہے۔ گویا اس وقت مولوی احمد رضا صاحب کی پوزیشن یہ تھی ؎

صبح کو مے کشی کی شام کو توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

انگشت بوسی کے مسئلہ میں انجیل سے استفادہ کیا گیا ہے

انہیں وجوہ کے پیش نظر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے رسالہ "تقبیل الابہامین" اس مسئلہ پر تحریر فرمایا، اور اپنے شاگرد خاص مولوی نعیم الدین مرادآبادی سے اس مسئلہ کو انجیل سے لینے کا راز بتادیا، چنانچہ مولوی نعیم الدین صاحب نے اصل صورت حال کو چھپاتے ہوئے بڑی ہوشیاری سے منسوخ شریعت کی کتاب "انجیل" سے اس مسئلہ پر حجت قائم

کرنا چاہا ہے، مگر جاننے والے اصل حقیقت کا صرف ایک ہی حوالے سے اچھی طرح سراغ لگا سکتے ہیں، چنانچہ نعیم الدین مرادآبادی صاحب کے شاگرد رشید مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی اپنی مشہور کتاب "جاء الحق" کے صفحہ ۳۷۹ وصفحہ ۳۸۰ پر یہ رقمطراز ہیں:۔

" صدر الافاضل مولائی مرشدی استاذی مولانا الحاج سید محمد نعیم الدین صاحب قبلہ مرادآبادی دام ظلہم فرماتے ہیں کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا، جس کا نام انجیل برناس آج کل وہ عام طور پر شائع ہو، اور ہر زبان میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں، اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں، اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نور مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا"

(راہ سنت صفحہ ۳۶۶)

سوال یہ ہے کہ ولایت سے انجیل کا ایک بہت پرانا نسخہ برآمد تو ہوا، لیکن کہاں برآمد ہوا، بریلی میں یا مرادآباد میں، اور برآمد کیسے ہوا انگریزوں کے توسط سے یا براہ راست، پھر یہ بات کہ اس کے اکثر احکام اسلامی احکام سے ملتے جلتے ہیں، یہ بھی درست نہیں کیونکہ انگشت بوسی کا مسئلہ اسلامی ثبوت

میں تو بے بنیاد ہے جو اس انجیل میں ملتا ہے، لہٰذا یوں کہنا چاہیئے کہ اس کے اکثر احکام سے رضاخانی احکام ملتے جلتے ہیں۔

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی رسید آخر
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

انجیل برناباس ص۶ کے حوالہ سے ایک دوسرے رضاخانیت کے علمبردار مولوی محمد عمر صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"پس آدم علیہ السلام نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی، (پھر آگے ہے) تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے ملا۔"

(مقیاس حنفیت ص۶۰۱، ازراہ سنت ص۳۶۶ و ص۳۶۷)

اس حوالہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے انگوٹھوں کو محض اس وجہ سے بوسہ دیا کہ ان پر نام مصطفوی چمک رہا تھا، کیا آج بھی رضاخانیوں کے انہیں انگوٹھوں کے ناخنوں پر نام مصطفوی لکھے ہوئے ہیں، جن سے وہ استنجا کرتے ہیں، اگر ایسی بات ہے تو وہ تعظیم سے زیادہ توہین کے مرتکب ٹھہریں گے اور اسم رسالت کے ساتھ اس قسم کی دیدہ و دانستہ بدترین گستاخی کا انہیں اعتراف کرنا ہوگا، اس لئے ان سے مخلصانہ درخواست

ہے کہ منسوخ شریعت اور تحریف شدہ کتاب انجیل برناباس کے بجائے اسلامیات کے ذخیرہ سے کوئی صحیح اور مستند روایت ایسی پیش فرمائیں جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے ناخنوں پر نام نبوی کا نقش ہونا مذکور ہو اس کے بعد تائید میں انجیل برناباس کا حوالہ دیں تو بات کسی حد تک درست ہو سکے گی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ غیر مسلموں کی بات اپنی تائید میں پیش کرنا کوئی گناہ نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اصل چیز کسی معقول طریقہ سے اسلام سے بھی تو ثابت ہو، جب انگوٹھے چومنے کی سب حدیثیں ہی موضوع اور جعلی ہیں اور اصل دلیل ہی ندارد ہے تو پھر تائید کا سوال کیا ہے۔

بریلوی مذہب میں سُنّی کا مطلب رضاخانی ہے

ناظرین نے گذشتہ تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ سمجھ لیا ہوگا کہ رضاخانی ایک نیا فرقہ ہے جس کے بانی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہیں، اسی لئے اس فرقہ کا نام بریلوی بھی مشہور ہے۔ یہ وہی فرقہ ہے جس نے انگریزی سیاست کی بازیگری کے نتیجہ میں جنم لیا تھا اور جس نے علماء حق کے خلاف انگریزی سامراج کی حمایت کی[1]، انگریزوں کے اشارہ پر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے اور اس کو مستحکم بنانے میں کوشاں رہے، بلکہ اسی شکم پروری کے جذبہ کے تحت جب انہوں نے اپنے راستہ میں علماء حق کو رکاوٹ

---

[1] رضاخانیت کا آرگن رسالہ نوری کرن جو بریلی سے شائع ہوتا ہے خود اس کا اقرار ہے حقیقت یہ ہے کہ انگریز کو بھی اس بات کا اعتراف تھا کہ احمد رضا خاں کا قلم اور (ص۹ پر)

دیکھا تو ان کی تکفیر کر کے مسلم عوام کو برگشتہ اور متنفر کرنے کے درپے ہوئے بدنام کرنے کے لئے انگریزوں کے گڑھے ہوئے لفظ وہابی سے ان کو یاد کیا کیونکہ رضاخانی مولویوں کا خیال تھا کہ بے خبر عوام میں علماء حق کو تقریر و تحریر میں جب وہابی کے نام سے مشہور کیا جائے گا تو لازماً ہمارے متعلق لوگ اہل سنت ہونے کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کی بیشتر آبادی چونکہ اہل سنت ہی ہے لہٰذا اگر ان کو رضاخانیت کے نام سے دعوت دی جائے گی تو برگشتہ ہونے کا خطرہ ہے۔ ممکن ہے اس نئے نام سے لوگ چونک جائیں اور پھر پول کھل جائے اس لئے اپنا نام رضاخانی ظاہر نہ کرنا چاہیے۔ عوام کو پہلے یہ سمجھاؤ کہ آپ لوگ اہل سنت ہیں اور ہم اہل سنت کے علماء ہیں۔ لہٰذا ہم دونوں ایک ہی مسلک کے ماننے والے ہیں، پھر جب قریب ہو جائیں تو آہستہ آہستہ ان کو رضاخانیت کی طرف لایا جائے۔ چنانچہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ شروع میں اہل سنت اور سُنی سمجھ کر نادانستگی میں رضاخانی علماء سے قریب ہوئے اور پھر ان کے سامنے رضاخانیت کے مخصوص مسائل آہستہ آہستہ لائے گئے، کبھی تو ان کو یہ کھٹکا بھی ہوا کہ یہ قبر پر اذان دینے کا کیا مسئلہ ہے، فلاں فلاں کو کافر کہنے کا کیا مطلب ہے وغیرہ وغیرہ اور جو بہت زیادہ سُنی کے نام پر اعتماد کر گئے۔ انہیں یہ بھی محسوس نہیں ہوا کہ مجھ سے یہ کیا قبول کرایا جا رہا ہے، اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوام کو

حشمت علی کی زبان ہمارے ساتھ ہو تو ہمیں انڈیا سے نکالنے والا کوئی نکالنے والا نہیں،، (دیکھیے نوری کرن بریلی دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۴۴ از راز سربستہ صفحہ ۱۰۵)

اس بات سے آگاہ کر دیا جائے کہ رضاخانی جب سُنی کا لفظ بولتا ہے تو اس کا مطلب اہل سنت والا سنی نہیں ہوتا بلکہ اسی نئے بریلوی فرقہ کلمہ نبز والا رضاخانی اسی کی مراد ہوتی ہے۔ چنانچہ انتخاب قدیری صاحب نے بھی قبائل انتخاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے یہی دعا، مانگی ہے کہ مذہب اہلسنت وجماعت یعنی مسلک رضویت پر استقامت عطا فرمائے۔ انتخاب قدیری صاحب لکھتے ہیں:۔

"رب العلمین جل مجدہ اپنے پیارے حبیب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنا اور اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے تمام ہی نیک بندوں کا مطیع و فرماں بردار بنائے، اور مذہب اہل سنت وجماعت و مسلک رضویت پر استقامت عطا فرمائے۔" (قبائل انتخاب صفحہ ۳۲)

مذہب اہل سنت تو سب جانتے ہیں، یہ سلک رضویت کیا ہے گویا قدیری صاحب خالص مذہب اہل سنت و جماعت پر قناعت نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس فرضی اہل سنت کے گروہ میں شامل رہنے کی تمنا کرتے ہیں۔ جس کا اصل نام رضاخانیت، رضویت یا بریلویت ہے، اس جماعت کے مشہور و معروف علمبردار مولوی مشتاق احمد نظامی تصریح کرتے ہیں کہ سُنی اور اہلسنت سے، ہمارے نزدیک وہی تکفیری مشن والا، یعنی،

انگریزوں کا ایجاد کردہ فرقہ رضاخانی ہی مراد ہوتا ہے، جس کے بانی مولوی
احمد رضاخاں صاحب ہیں، جس کی کتاب مقدس کا نام "حسام الحرمین"،،
ہے۔ مولوی مشتاق احمد نظامی اپنی کتاب دستور اساسی آل انڈیا سنی
تبلیغی جماعت المعروف بہ اصلاحی جماعت کے صـ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

"سنی سے مراد وہ افراد ہیں جو مسلک اعلیٰحضرت سیدنا امام احمد
رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فتاویٰ حسام الحرمین سے کلیۃً متفق
ہو کر اس کی عملاً تائید و حمایت کرتے ہوں"

ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ مولوی احمد رضاخاں صاحب کی پیدائش
یعنی ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۶۵ء سے پہلے جتنے مسلمان
گذر چکے وہ اس فرقہ کے نزدیک اس لئے سنی نہیں تھے کہ انہوں نے نہ مسلک
اعلیٰحضرت کو پایا اور نہ وہ کتاب حسام الحرمین پر ایمان لاسکے، گویا رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم، جملہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و دیگر اکابرین
اور اولیائے امت اور ائمہ اربعہ میں سے کوئی اس فرقہ کے خیال میں حسام
الحرمین پر ایمان نہ لانے اور مسلک اعلیٰحضرت کو نہ پانے کی وجہ سے نعوذباللہ
سنی ہونے کی حالت میں نہیں گذرا، اس کے برخلاف علمائے دیوبند کے
نزدیک سنی یا اہل سنت سے وہ مسلمان مراد ہوتا ہے جس کا عقیدہ اور عمل
خدا کے برگزیدہ نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان

کے مقدس صحابہ کرام رض کی جماعت کے طریقہ کے مطابق ہو گویا کسی مسلمان
کو اہل سنت والجماعت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور جماعت صحابہ کرام کے طریقہ اور سنت پر عقیدہ رکھتا ہے اور اسی پر عمل
کرتا ہے چاہے وہ مسلک رضاخانیت سے منحرف ہی کیوں نہ ہو۔

موجودہ دور کے وہ علمائے کرام اور مسلمان جو مسلک اعلیٰحضرت کو
جانتے ہی نہیں یا جانتے ہیں لیکن اس سے کلیتاً اختلاف رکھتے ہیں، یا
جزوی اختلاف رکھتے ہیں، یا کلیتہً متفق ہیں یا عمل سے اس کی تائید نہیں
کرتے سب کے سب بریلوی اصطلاح میں غیر سنی ہیں۔ مگر دیوبندی
اصطلاح ، وہ غیر سنی نہیں ہیں۔

آخری بات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو
پردہ خفا میں ہو، اور امت کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو، آپ کی ایک
ایک ادا، ایک ایک حرکت اور نشست و برخاست غرضیکہ کوئی بھی آپ
کا قول و فعل پوشیدہ نہیں، اذان جیسی عبادت جو دن (رات) میں
پانچ مرتبہ ادا کی جاتی تھی اور ہجرت کے بعد تقریباً دس سال مدینہ طیبہ
میں آپ کے سامنے ہوتی رہی اور اذان کے کلمات نیز اذان دینے والوں

کے نام اور اذان کی جملہ کیفیات احادیث کے ذخیرہ میں موجود ہیں، مگر
کسی بھی صحیح روایت میں اس کا ذکر نہیں کہ اذان سنتے وقت انگوٹھے چومے
جائیں، اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد سے محبت ہی ہر
اور مسلمان کو ہونی چاہیئے تو اذان دینے والے کے منہ کو چومنا چاہیئے جس کے
مبارک ہونٹوں سے یہ مبارک نام نکلا ہے۔ (راہ سنت ص ۳۵)

اگر ایسا نہیں کرتے تو معلوم ہوا کہ لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
سے محبت کا اظہار چومنے کے ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ احترام
کے ساتھ نام لیا جائے۔ اور اس کے ساتھ درود پاک پڑھا جائے، یہی محبت
والوں کا صحیح طریقہ ہے، ورنہ اپنے انگوٹھے تو ہر وقت ہی ساتھ رہتے ہیں، نہ
تو ان سے آپ کا اسم گرامی صادر ہوتا ہے اور نہ ان پر لکھا ہوا ہوتا ہے جب
اس عمل کا صحیح احادیث سے ثبوت فراہم ہی نہیں ہوتا، حالانکہ اذان جناب
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور خیر القرون میں ہوتی تھی تو پھر اس کو آج
کیسے دین کہا جا سکتا ہے اور کس طرح اس کو شعار دین بنانا درست ہے
اور نہ کرنے والوں کو کیونکر ملامت کا نشانہ بنانا روا ہے۔ مولوی احمد رضا خاں

۱؎ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي فانه من صلى علي صلوة صلى الله عليه بها عشرا ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة (مسلم ج ۱ ص [illegible])

صاحب فرماتے ہیں کہ "اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک
صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھوں کا ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث
مرفوع سے ثابت نہیں جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے وہ کلام سے خالی
نہیں پس جو اس کے لئے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون و موکد جانے، یا
نفس ترک کو باعث زجر و ملامت کہے وہ بیشک غلطی پر ہے"

(ابر المقال فی استحسان قبلۃ الاجلال)

حضرت علامہ فرنگی محلی رح فرماتے ہیں:۔

"انگوٹھے چومنے کو بعض کتب فقہ مثل کنز العباد، خزانۃ الروایات
جامع الرموز اور فتاوی صوفیہ وغیرہ میں مستحب لکھا ہے نہ واجب اور نہ
سنت لیکن اکثر کتب معتبرہ متداولہ میں اس کا کہیں پتہ نہیں ہے اور
جن کتب میں یہ مسئلہ مذکور ہے وہ غیر معتبر ہیں، کیونکہ ان کتب میں
رطب و یابس بے تحقیق لکھ دیا گیا ہے، میں نے النافع الکبیر لمن یطالع
الجامع الصغیر میں اس کی تفصیل لکھی ہے۔

اور جو حدیثیں اس باب میں فقہاء کرام سے نقل کی جاتی ہیں
وہ محدثین کی تحقیق کے موافق صحیح نہیں ہیں۔

مجموعۃ الفتاوی جلد اول ص ۱۸۹ میں موصوف نے جامع الرموز
کے حوالے سے اس مسئلہ کو بلا تبصرہ نقل فرمایا ہے، لیکن [illegible]

سے سابق فتویٰ کی تردید ہو جاتی ہے، اس لئے کہ جامع الرموز میں بھی یہ مسئلہ کنز العباد سے لیا گیا ہے جس پر مولانا نے اس تفصیلی فتویٰ میں سخت تنقید کی ہے۔ (اصلاح المسلمین حصہ اول صـ ۲۹)

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر الخلق خاتم المرسلین و علی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین

(سید طاہر حسین گیاوی)